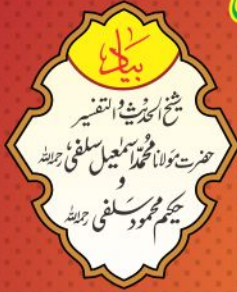


إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (القرآن)

کتاب و سنت کا ترجمان علمی و عملی و اصلاحی

سہ ماہی مجلہ



نگران: مافتا اسماعیل عارفی
مدیر: محمد عظیم حاصل پوری

الملك الحرام

محرم، صفر، ربیع الاول ۱۴۳۳ھ
جنوری، فروری، مارچ ۲۰۱۲ء

12

نماز جنازہ میں میت کے ساتھ دھوکہ!

مردے کو قبر پر تلقین کرنا بدعت ہے

ولادت رسول ﷺ کا صحیح دن

عصر حاضر میں خلافت کا قیام

خواتین پر اسلام کی مہربانیاں



ناشر: شعبہ نشر و اشاعت جامعہ اسلامیہ سلفیہ (مسجد مکرم) ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

إِنْ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَنْتَقِمُ (القرآن)



محرم، صفر، ربیع الاول ۱۴۳۳ھ
جنوری، فروری، مارچ 2012ء

سہ ماہی مجلہ
کتاب و سنت کا تہجد علمی و دعوتی و اصلاحی

الملک حمید

12

سرپرست

چوہدری محمد بشیر ایڈووکیٹ
بہار جامعہ ہذا

نگران اعلیٰ

حافظ اسعد محمود سلفی

بیکار

شیخ الحدیث و التفسیر
حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی جلالہ
حکیم محمود سلفی جلالہ

مدیر

محمد عظیم حاصی پوری

معاون

مجیب الرحمن سیاف

فہرست

- ۲ ————— عبد الوحید ساجد ————— درس قرآن
- ۳ ————— محمد مالک بھنڈر ————— درس حدیث
- ۴ ————— مبشر احمد ربانی رحمہ اللہ ————— احکام و مسائل
- ۶ ————— عصر حاضر میں خلافت کا قیام مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ
- ۱۴ ————— مردے کو قبر پر تلقین کرنا بدعت ہے محمد رفیق الطاہر —————
- ۲۶ ————— تم مجھ پر درود بھیجو ————— مجیب الرحمن سیاف
- ۳۱ ————— نماز جنازہ میں میت کے ساتھ دھوکہ! عبد الرشید شاہد —————
- ۳۹ ————— ولادت رسول ﷺ کا صحیح دن ————— ابو عبد الرحمان طاہر
- ۴۳ ————— اک شمع قرآنی گل ہوئی.....! قاری عنایت اللہ ربانی —————
- ۴۷ ————— آمد رسول اللہ ﷺ کی خوشی ————— آصف الرحمن وزیر آبادی
- ۵۳ ————— عزت کیسے ملے گی.....؟ سوچئے! ————— چودہری طلحہ زید
- ۵۷ ————— خواتین پر اسلام کی مہربانیاں ————— محمد عظیم حاصی پوری
- ۶۶ ————— عورت تاریخ کے آئینہ میں ————— پروفیسر محمد عمر فاروق

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے کلی اتفاق ضروری نہیں

مجلس ادارت

ڈاکٹر عبد الرشید طاہر رحمہ اللہ
پروفیسر حافظ ارشد رحمہ اللہ
حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ
غلام مصطفی ظہیر امن پوری رحمہ اللہ
الشیخ عبد الوحید ساجد رحمہ اللہ
ضیاء اللہ کھوکھر رحمہ اللہ
اساتذہ جامعہ ہذا
طلبا جامعہ ہذا
انتظامیہ جامعہ ہذا

خط و کتابت

جامعہ اسلامیہ سفیہ
(مسجد مکرم) ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ
0301-6131916/055-3846592
Hasalpur@gmail.com

زرتعاون ————— 20 روپے

حافظ عبد القدیر

0308-6522441

سرپرست

www.Asslafia.co.cc

عبدالوحید ساجد

﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾

”بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر احسان کیا جب اس نے ان میں ایک رسول انہی میں سے بھیجا جو ان پر اس کی آیات پڑھتا اور انہیں پاک کرتا اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے حالانکہ بلاشبہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔“ (آل عمران: ۱۶۴)

اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر عظیم احسان کیا ہے کہ ان کی راہنمائی کیلئے انہیں میں سے ایک اعلیٰ وارفح انسان کو پیغمبر مبعوث کیا تاکہ وہ آپ ﷺ سے دین و دنیا کی راہنمائی حاصل کریں، اس عظیم تربیت پر پیغمبر ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سنائیں انہیں غلط عقائد اور خبیث اخلاق و اعمال سے پاک کیا اور قرآن و سنت کی تعلیم دی۔ آپ ﷺ کی بعثت و رسالت عالمگیر ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے۔

﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا﴾ (الاعراف: ۱۵۸)

”کہہ دے اے لوگو! بیشک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔“

اور فرمایا: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾ (سباء: ۲۸)
”اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام لوگوں کیلئے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے“
سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھیں، ۱۔ مجھے ایک ماہ کی مسافت تک رعب کے ذریعے سے مدد دی گئی ہے، ۲۔ ساری زمین میرے لیے مسجد اور پاک بنادی گئی ہے میری امت میں سے جس شخص کیلئے جہاں بھی نماز کا وقت ہو جائے اسے چاہیے کہ نماز پڑھ لے، ۳۔ میرے لیے اموال غنیمت حلال کر دیے گئے ہیں جو مجھ سے پہلے کسی (نبی) کیلئے حلال نہیں کیے گئے تھے، ۴۔ مجھے شفاعت کی اجازت دی گئی ہے، ۵۔ ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا جبکہ میں تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔“

صحیح بخاری، کتاب التیمم

وضوء کا بیان

((عَنْ جَابِرٍ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَنَّ رَجُلًا تَوَضَّأَ فَتَرَكَ مَوْضِعَ ظُفْرِ عَلَى قَدَمِهِ فَأَبْصَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ ارْجِعْ فَأَحْسِنْ وَضُوءَكَ فَارْجِعْ ثُمَّ صَلَّى))
 ”جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے بیان کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہ ایک شخص نے وضو کیا اور ناخن برابر اپنے پاؤں میں جگہ خشک چھوڑ دی رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھا تو فرمایا جا اور اچھی طرح وضو کر کے آ وہ لوٹ گیا پھر آ کر نماز پڑھی۔“

صحیح مسلم، الطہارۃ، باب وجوب استیعاب جميع اجزاء محل الطہارۃ (۲۴۳)
 ((عَنْ خَالِدٍ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى رَجُلًا يُصَلِّي وَفِي ظَهْرِ قَدَمِهِ لَمْعَةٌ قَدَرِ الدَّرْهِمِ لَمْ يُصِبْهَا الْمَاءُ فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُعِيدَ الْوُضُوءَ وَالصَّلَاةَ))

”خالد (ابن معدان) ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا جبکہ اس کے پاؤں میں درہم برابر جگہ خشک رہ گئی تھی اسے پانی نہیں پہنچا تھا تو نبی ﷺ نے اسے وضوء اور نماز کے لوٹانے کا حکم دیا۔“

ابوداؤد، الطہارۃ، باب تفریق الوضوء (۱۷۵)

معلوم ہوا کہ وضو میں معمولی جگہ بھی خشک رہ جائے تو وضو نہیں ہوتا اور پھر نماز بھی نہ ہوگی۔ اگر نماز سے پہلے وضو کے اعضاء میں کوئی جگہ خشک نظر آجائے تو دوبارہ وضو کرنا چاہیے اور اگر نماز کے بعد معلوم ہو تو دوبارہ وضو کر کے نماز بھی دوبارہ پڑھے۔

احکام و مسائل

فضیلۃ الشیخ مولانا ابو الحسن مبشر احمد ربانی رحمۃ اللہ علیہ

سوال کچھ لوگ ماہ صفر کو منحوس سمجھتے ہیں کیا ان کی یہ بات درست ہے؟

جواب نبی کریم ﷺ جب اس دنیاۓ فانی میں تشریف لائے تو دنیا جہالت اور گمراہی کے اندھیروں میں ڈوبی ہوئی تھی اور لوگ کئی طرح کے توہمات اور شیطانی وسوسوں میں مبتلا تھے۔ زمانہ جاہلیت کے باطل خیالات اور رسومات میں سے ”صفر“ بھی ہے۔ صفر کے متعلق ان کا گمان تھا کہ ہر انسان کے پیٹ میں ایک سانپ ہوتا ہے، جب پیٹ خالی ہو اور بھوک لگی ہو تو وہ کاٹا اور تکلیف پہنچاتا ہے۔ صفر کے متعلق یہ بھی خیال تھا کہ ایک بیماری ہے جو پیٹ کو کاٹتی ہے۔ اس کے علاوہ کئی لوگ صفر کے مہینے سے بد فال لیتے تھے کہ اس میں بکثرت مصیبتیں نازل ہوتی ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے توہمات جاہلانہ کا رد فرمایا۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((لَا عَدُوَّي وَلَا صَفَرَ وَلَا هَامَّة))

(بخاری، کتاب الطب، باب لا صفر و هوداء ياخذ البطن: ۵۷۱۷)

’ایک مرض اڑ کر دوسرے کو نہیں لگتا اور نہ مرض صفر ہی اس طرح ہے اور نہ ہامہ کی کوئی حقیقت ہے۔‘

صفر سے مراد پیٹ کا مرض بھی لیا گیا ہے جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ خیال ہے اور یہ بھی مراد لی گئی ہے کہ اس سے مراد صفر کا مہینہ ہے یعنی ماہ صفر منحوس نہیں۔ بعض لوگ ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص مجھے ماہ صفر ختم ہونے کی بشارت دے گا میں اسے جنت کی بشارت دوں گا۔“ لیکن یہ روایت من گھڑت ہے۔

ملا علی قاریؒ نے الموضوعات الکبیر (ص: ۱۱۶) میں لکھا ہے کہ: ”اس روایت کی کوئی اصل نہیں۔“ لہذا ماہ صفر کو منحوس خیال کرنا جاہلی توہمات سے ہے، اس کی کچھ حقیقت نہیں۔

سوال کیا سید کوئی مخصوص ذات ہے یا ہر شخص کو سید کہا جاسکتا ہے؟

جواب موجودہ دور میں لفظ ”سید“ ایک مخصوص ذات کے لئے لوگ استعمال کرتے ہیں حالانکہ سید کوئی ذات نہیں ہے۔ بلکہ کتاب و سنت کی رو سے شرافت و بزرگی اور سرداری کے لئے یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے تمام کلمات استغفار پر (اللَّهُمَّ اَنْتَ رَبِّي لَا اِلَهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِي) کو فضیلت دیتے ہوئے اسے سید الاستغفار قرار دیا ہے۔

(بخاری کتاب الدعوات ، باب افضل الاستغفار : ۶۳۰۶)

جمعۃ المبارک کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا:

((سَيِّدُ الْاَيَّامِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيهِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِيهِ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ وَفِيهِ اُخْرِجَ مِنْهَا وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ اِلَّا يَوْمَ الْجُمُعَةِ)) (مستدرک حاکم : ۱/۲۷۷)

”تمام دنوں کا سردار جمعہ کا دن ہے۔ اسی دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی دن جنت میں داخل کئے گئے اور اسی دن جنت سے نکالے گئے اور قیامت بھی اسی دن قائم ہوگی۔“
حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے ”سید الشہداء“ کہا۔

(مستدرک حاکم : ۲: ۱۲۰..... ۱۹۵/۳)

ان صحیح احادیث سے معلوم ہوا کہ لفظ سید سرداری، شرافت اور بزرگی ظاہر کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

صحیح بخاری وغیرہ میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا:
((اِنَّ اَبْنِي هَذَا سَيِّدٌ)) ”میرا یہ بیٹا سردار ہے۔“

(بخاری ، کتاب الصلح ، باب قول النبی للحسن ابن علی: ۲۷۰۴)

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))

”قیامت کے دن میں سب انسانوں کا سردار ہوں گا۔“

(بخاری ، کتاب الانبیاء ۳۳۴۰)

الغرض بے شمار صحیح احادیث میں یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے لیکن کہیں بھی یہ کسی مخصوص ذات پر نہیں بولا گیا، ہر مومن موحداپنے اپنے مقام پر بزرگ و سید ہے۔

عصر حاضر میں خلافت کا قیام

تحریر.....: شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ

زیر نظر مقالہ شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کی یادگار تحریروں کا ایک جزء ہے جو مولانا کی وفات کے بعد منصفہ شہود پر آیا اور نصف روزہ الاعتصام لاہور (۹ نومبر ۲۰۰۱) میں اشاعت پذیر ہوا اور یہ مضمون مولانا سلفی رحمہ اللہ کے مقالات و مضامین پر مشتمل کتاب نگارشات (حصہ دوم) میں عنقریب دیگر کئی نادر و نایاب رسائل و مضامین کے ساتھ شائع ہوگا۔ ان شاء اللہ۔

عصر حاضر میں ملک عزیز کا سوادِ اعظم دل سے اس امر کا متمنی ہے کہ پاکستان میں ایک اسلامی ریاست قائم ہو۔ اس فلاحی مملکت میں ہر شخص کی عزت، جان، مال محفوظ ہو۔ طبقاتی تقسیم ختم ہو اور ہر شخص کو محفوظ زندگی گزارنے کا موقع ہاتھ آئے۔ لیکن وطن عزیز میں ہی کچھ عناصر ایسے بھی موجود ہیں جو اندر ہی اندر بڑی تیزی اور منظم طریق سے اس کام پر لگے ہوئے ہیں کہ جمہور مسلمان اسلامی ریاست کے مقصد سے الگ ہو جائیں، اور ان کا منہائے مقصود یہ ہے کہ یورپ اور امریکہ کی اندھا دھند تقلید میں ایک ایسی ریاست کی تاسیس پاکستان میں کریں جو غیر مسلم دنیا کی نظروں میں مقبول ہو۔ جسے آج کل عام بولی میں سیکولر ریاست سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ہمارا مغرب زدہ انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ بڑی مستعدی سے اس قسم کے انداز کی تشہیر کر رہا ہے کہ مذہب کے متعلق یہ تصور کہ ”وہ بجائے خود ایک مستقل نظام ہے“ ایک فرسودہ خیال ہے، اور یہ کہ مذہب آج کی ”روشن خیال“ دنیا کے قومی اور اجتماعی منصوبوں کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ اور یہ کہ مذہب ان ”ترقی پسندانہ“ کوششوں کے منافی ہے جسے انسان نے اپنے لیے اخلاقی ضابطے کے طور پر وضع کیا ہے۔

قدرتی بات ہے کہ جب کسی ریاست کے لیے کوئی دینی اساس تجویز کی جاتی ہے تو مذکورہ طبقہ اسے رجعت پسندی سے تعبیر کرتا ہے اور ایسی ریاست، جو دینی اساس پر کھڑی کی جائے، پر پھبتی

کستے ہوئے موجودہ دور کی روشنی اور ٹیکنالوجیکل ترقی کی بات کرتے ہوئے اسے ناممکن ہی نہیں بلکہ فضول خیال کرتے ہیں۔ انھیں ہزار دلائل و براہین سے سمجھائیں، اسلامی ریاست کی برکات کا وعظ کریں اور دنیا میں امن و سکون کا باعث گردانیں لیکن ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس میں ہمارے راہنماؤں اور پیش امام ملت کا بھی بہت بڑا ہاتھ ہے کہ یہ ساری بحث و تھیس محض زبانی اور نظریات کی حد تک ہی کرتے ہیں۔ کوئی ٹھوس اور کنکریٹ قسم تصور اور طریق کار پیش نہیں کرتے کہ اس مادی دور میں بھی جبکہ ہر طرف افراتفری، سر پھٹول، طوائف الملوکی اور بد نظمی پھیلی ہوئی ہے، کوئی سیاسی ضابطہ اخلاق نہیں۔ جو جس کی چاہتا ہے پگڑی اچھال دیتا ہے، جو جس کو چاہتا ہے لتاڑ دیتا ہے۔ کردار کشی کرنا، معاشرے میں دوسرے کی عزت کو خاک میں ملانا، ایک معمول بن چکا ہے۔ ان سب برائیوں کو ختم کرنے کے لیے اسلامی ریاست کو کیسے معرض وجود میں لایا جائے اور خلافت کے نظام کو کس طرح قائم کیا جائے؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کے جوابات کے لیے بنیادی اصول بیان کیے دیتا ہوں۔

آئندہ صفحات میں جو طریق کار بتایا جا رہا ہے، اس کو اختیار کر کے اس دور میں بھی خلافت کے قیام کو ممکن بنایا جاسکتا ہے۔

قانون فطرت کے مطابق کوئی دور اس طرح نہیں ختم ہوتا کہ وہ دوبارہ اپنی شکل میں واپس آئے اور کوئی دنیا اس لیے نہیں لٹی کہ وہ اپنی حالت پر پھر آباد کی جائے۔ یہ دنیا عالم کون و فساد ہے، یہاں ہر بگاڑ کے ساتھ بناؤ اور ہر تخریب کے ساتھ تعمیر ہے۔ خود فطرت ہر گوشہ میں کاٹ چھانٹ کرتی اور خوب سے خوب تر چیز کو فٹ کرتی ہے، جب کوئی شے ایک جگہ فٹ ہوگئی تو کمتر شے کے لیے وہ جگہ نہیں چھوڑے گی، بلکہ قبضہ کے لیے اس سے بلند و برتر شے کا ہونا ضروری ہے۔

اس بنا پر یہ توقع فضول ہے کہ سابق دور واپس آئے گا اور اس کے معاشرہ میں ملکی و معاشرتی قانون علیٰ حالہ نافذ ہوں گے (سابق دور سے مراد اس کی عمارت ہے نہ کوئی معنوی و روحانی خصوصیت کہ جس کی واپسی پر ہی فلاح عالم کا مدار ہے)

مقصد:

سب سے پہلے تو اس بات کو پیش نظر رکھا جائے کہ اسلام کے نزدیک ریاست بجائے خود کوئی

مقصد نہیں بلکہ ایک مقصد کا ذریعہ ہے۔ یہ مقصد کیا ہے؟ ایک ایسی امت کی تشکیل جو عدل و انصاف کے عالمگیر اصول کی علمبردار ہو۔ قرآن کریم نے انبیاء و رسل کی بعثت کا مقصد یہ قرار دیا ہے:

﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ [الحديد: ۲۵]

”ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا اور ان پر کتابیں نازل کیں اور ترازو (تو اعدِ عدل) تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔“

دوسری آیت میں زیادہ وضاحت کے ساتھ فرمایا:

﴿وَلَوْ لَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمُ بِبَعْضٍ لَهَدَّمتُ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا﴾ [الحج: ۴۰]

”اگر (قیام حکومت کے لیے جہاد کا حکم دے کر) اس طرح بعض لوگوں کو دوسروں پر ظلم کرنے سے اللہ تعالیٰ نہ روکتا تو (فساد عظیم ہوتا) راہبوں کے صوامع اور عیسائیوں کے گرجے اور یہودیوں کے عبادت خانے اور مسلمانوں کی مسجدیں، جن میں اللہ کا بہت ذکر کیا جاتا ہے، ویران ہو چکی ہوتیں۔“

اس کے بعد فرمایا:

﴿الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَآمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ لِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ﴾ [الحج: ۴۱]

پس ان دو آیات میں حکومت کا مقصد ایک تو یہ فرمایا کہ ظلم و عدوان کا روکنا، عدل و انصاف کا قائم کرنا، اچھے کاموں کا حکم دینا اور برے کاموں سے روکنا۔ نماز (خدا کے آداب بندگی بجالانا) اور (خدا کے دیے ہوئے مال میں سے خدا کی عاجز اور بے بس مخلوق کی امداد کے لیے) زکوٰۃ کا انتظام کرنا۔ گویا دوسرے لفظوں میں اسلامی ریاست کا مقصد یہ ہے کہ ایسے اجتماعی حالات پیدا کرنا جن میں انسان اللہ تعالیٰ کے وضع کردہ قانون فطرت یعنی اسلام کے مطابق زیادہ سے زیادہ روحانی اور

اجتماعی زندگی بسر کرے۔ چنانچہ عصر حاضر میں خلافت کے قیام کے لیے سب سے پہلے اور بنیادی بات حاکمیت اعلیٰ کا تسلیم کرنا ہے۔

انتخاب:

حضرت عمرؓ نے صوبہ جات اور اضلاع کے حکام اکثر رعایا کی مرضی سے مقرر کیے اور بعض اوقات بالکل انتخاب کا طریق رائج کیا۔ مثلاً کوفہ، بصرہ اور شام میں جب عمال مقرر کیے جانے لگے تو حضرت عمرؓ نے ان تینوں صوبوں میں احکام بھیجے کہ وہاں کے لوگ اپنی اپنی پسند سے ایک ایک شخص کو منتخب کر کے بھیجیں، جو ان کے نزدیک عام لوگوں سے زیادہ دیانت دار اور قابل ہوں، چنانچہ کوفہ سے عثمان بن فرقد، بصرہ سے حجاج بن علاط اور شام سے معن بن یزید لوگوں نے منتخب کر کے بھیجے، حضرت عمرؓ نے انہی لوگوں کو ان مقامات کا حاکم مقرر کر دیا۔^①

عصر حاضر میں انتخاب:

آج جبکہ ہمارا معاشرہ اس وقت کے معاشرہ سے مختلف ہے۔ نہ قبائلی نظام ہے نہ عہد نبوی اور نہ خلفائے راشدین کے عہد مبارک کے سے ارباب حل و عقد موجود ہیں۔ ہمارے پاس آج کوئی ذریعہ شورائے عام کا اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ ہم جمہور کے نمائندوں کے انتخاب کے لیے کوئی ایسا ضابطہ تجویز کریں کہ وہ اپنے میں سے صلح اور موزوں ترین اشخاص کو منتخب کریں، اور یہ نمائندگان مجلس قانون ساز کی حیثیت میں کام کریں۔ حضرت عمرؓ نے حکام صوبہ کے انتخاب کا اسوہ حسنہ پیش کر کے ہمارے لیے نمائندگان قوم کے انتخاب کی بہترین راہنمائی فرمائی ہے۔

مجلس وزراء:

مجلس قانون ساز کا کام شریعت اسلامیہ کے ماتحت ملک کے نظم و نسق کو بہتر طریق پر قائم رکھنے کے لیے فیصلے کرنا، قانون وضع کرنا اور ایسی تجاویز مرتب کرنا جس سے ملک کے امن و بقاء کے

① الخراج لأبي يوسف (ص: ۱۱۳)

ارتقاء میں مدد مل سکے۔ اس کے بعد مجلس وزراء کا کام یہ ہو کہ مجلس مقتضیٰ کے فیصلوں کو ملک میں نافذ کر کے ان کے مطابق حکومت چلائے۔

وزراء کا تقرر:

وزراء کو امیر ریاست، مجلس شوریٰ (مجلس قانون ساز) میں سے دینی، اخلاقی اور انتظامی صلاحیتوں کے لحاظ سے زیادہ موزوں حضرات کو خود نامزد کرے اور یہ وزراء صرف امیر ریاست کے سامنے جواب دہ ہوں۔ یا مجلس قانون ساز (مجلس شوریٰ) کے اراکین کی اکثریت کسی کو اپنا لیڈر منتخب کرے اور لیڈر کو امیر ریاست دعوت دے کہ وہ اپنے لیے ایک مجلس وزراء نامزد کرے۔

اس صورت میں امیر ریاست دو حیثیتوں کا حامل ہوگا، یعنی رئیس حکومت بھی اور رئیس مجلس وزراء بھی۔ اس صورت میں امیر سب سے بڑی ذمہ داری کا حامل ہوگا۔ وزراء اپنے امیر کے سامنے جواب دہ ہوں اور امیر مجلس عام ملت کے سامنے بواسطہ مجلس شوریٰ (مجلس قانون ساز) جواب دہ ہو، جو تمام ملک کے منتخب نمائندوں پر مشتمل ہو۔ اس صورت میں اگرچہ مجلس شوریٰ (مجلس قانون ساز) کو یہ اختیار حاصل ہو کہ وہ ایسے قوانین وضع کرے جن کے مطابق ملک کی حکومت کا نظم و نسق چلایا جائے لیکن روزمرہ کے معاملات نظم و نسق اور عملداری میں مداخلت کا اسے کوئی حق حاصل نہ ہو۔ یہ صرف امیر ریاست ہی کا کام ہو کہ وہ خود اور اپنے وزراء کی امداد و اعانت سے روزمرہ کے معاملات کی نگرانی کرے اور ملک کا نظم و نسق قائم رکھے۔

سنن ابوداؤد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جب اللہ کے علم میں کسی امیر کے لیے بھلائی ہوتی ہے تو اسے نیک وزیر عطا فرماتا ہے، تاکہ جب امیر بھولے تو وہ اسے یاد دلا دے اور جب امیر یاد رکھے تو اس کی اعانت کرے، لیکن اگر اللہ کے علم میں اس کے لیے بھلائی نہیں تو اسے برا و بریدیتا ہے جو اس کے بھول جانے پر اسے یاد نہیں دلاتا اور اگر یاد رکھے تو اس کی امداد نہیں کرتا۔“^①

① سنن أبی داؤد، رقم الحدیث (۲۹۳۲)

وہ تمام معاملات جن کے متعلق کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے احکام واضح اور قطعی ہیں، ان میں کسی (شورئی یا قانون ساز اسمبلی) کو تغیر و تبدل کا اختیار نہ ہو، البتہ ان احکام کے نفاذ کے لیے انتظامی نقطہ نگاہ سے قواعد و ضوابط تجویز کیے جائیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فیصلوں سے انحراف نہ ہو بلکہ اس قسم کے فیصلوں کو ملک کے دستور اور قانونی فیصلوں کے لیے سند اور حجت سمجھا جائے۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم ﷺ کے فیضانِ صحبت سے مستفیض تھے اور جو علم انھوں نے براہِ راست آپ سے حاصل کیا، اس کی تفسیر اور تشریح پر جب سب متفق ہیں تو سمجھا جائے گا کہ یہی تعبیر و تشریح نبی اکرم ﷺ سے مستفاد ہے۔

جن مسائل یا معاملات میں کتاب و سنت کی عبارات ایک سے زائد معانی کی متحمل ہیں اور ان میں ائمہ کا اختلاف ہے، ان کے متعلق شورئی یا مجالس قانون ساز کو حق دینا چاہیے کہ وہ اپنے ماحول، مقتضیات اور مملکت کے مفاد کے پیش نظر کسی ایک تعبیر کو ترجیح دے۔

وہ مسائل جن کے متعلق اصولی ہدایات تو شریعت (کتاب و سنت) میں موجود ہیں لیکن ان کی جزئیات سے بحث نہیں کی گئی، ان مسائل کے متعلق شورئی یا مجالس قانون ساز ہی کو حق پہنچتا ہے کہ وہ شریعت کے اصول عام کو مد نظر رکھتے ہوئے حاضر الوقت مسائل کے متعلق جزئیات کا فیصلہ کرے اور ان کے لیے قوانین وضع کرے۔

وہ مسائل جن کا شریعت (کتاب و سنت) میں کوئی ذکر نہیں اور نہ ان کے متعلق بظاہر کوئی اصول ہدایت موجود ہیں، ان کے متعلق یہی کیا جائے کہ یہ امور ملت کی سوچ سمجھ پر چھوڑ دیے جائیں گے۔ ایسے امور کے متعلق شورئی یا مجالس قانون ساز اپنے ماحول و ظروف اور ملت کے مصالح کے پیش نظر مناسب قوانین وضع کر سکتی ہے بشرطیکہ وہ شریعت کے اصول و احکام کے منافی نہ ہوں۔

مجالس قانون ساز کی تشکیل:

اہم ملکی امور میں امیر مشورہ کرے، کیونکہ خود نبی اکرم ﷺ بھی صحابہ کرام سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ قرآن نے کہا:



﴿وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ﴾ [شوری: ۳۸]

”مسلمان اپنے معاملات مشورہ سے طے کریں۔“

﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ﴾ [آل عمران: ۱۵۹]

”اور کام میں ان سے مشورہ کر، پھر جب تو پختہ ارادہ کر لے تو اللہ پر بھروسہ کر۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کسی شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر اپنے رفقاء (اصحاب) سے مشورہ کرنے والا نہیں دیکھا۔^①

شوری:

عہد نبوی میں شوریٰ کی تشکیل و ترتیب کا کوئی قاعدہ کلیہ اور ضابطہ مقرر نہیں تھا۔ کبھی جمہور صحابہ سے مشورہ فرماتے، جیسے غزوہ احد کے موقع پر۔ کبھی خاص اہل الرائے اور مقتدر صحابہ رضی اللہ عنہم سے جبکہ راز کا افشا ہونا خلاف مصلحت ہو، جیسے غزوہ بدر میں۔ عہد نبوی میں اکثر یہ ہوتا تھا کہ اصحاب اہل الرائے کے ساتھ انصار کے دونوں قبائل اوس اور خزرج کے سردار بھی مجلس شوریٰ میں شامل ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شورائی نظام کی تفصیلات نہیں بتائیں۔

خلفائے راشدین کے عہد میں مجلس شوریٰ:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین کے عہد مبارک میں فتوحات کی رفتار اس قدر تیز اور ہمہ گیر تھی کہ حکومت کو اپنی ساری قوت، ساری توجہ اور مساعی کو فوجی استحکام اور اول قلیل انتظامی امور تک محدود کرنا پڑا۔ نہ مجلس شوریٰ کی تشکیل و ترتیب کے لیے کوئی ایسا قاعدہ یا ضابطہ تجویز کیا جو ہمیشہ کے لیے امت اس کی پابندی کرتی اور نہ عام انتخابات کی ضرورت محسوس کی گئی۔ مکہ و مدینہ میں مہاجر و انصار کی مقتدر شخصیتیں، جو اباب حل و عقد سمجھی جاتی تھیں، انہی پر مجلس شوریٰ مشتمل ہوتی تھی اور وہی مہاجرین و انصار خلیفہ کا انتخاب کرتے تھے۔ البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں مجلس شوریٰ کی کچھ



تفصیلات ملتی ہیں۔ مثلاً:

روزانہ کی شوری:

مسجد نبوی میں روزانہ مجلس شوری منعقد ہوتی، صوبہ جات اور اضلاع کی خبریں حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک آتی تھیں، آپ مہاجرین صحابہ سے مشورہ کرتے تھے۔

انتظامی شوری: انتظامی امور میں مہاجرین و انصار دونوں کے سردار جمع ہوتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے مشورہ کرتے۔

عوامی مجلس شوری: جب کوئی بڑا اہم معاملہ پیش آتا تو مجلس شوری کا عام اجلاس بلا تے۔ اس میں حاضر وقت مہاجرین و انصار سب حاضر ہوتے۔ سب کے مشورے سے زیر بحث مسئلہ کا فیصلہ کیا جاتا، جیسے عراق و شام کی فتح کے بعد جب زمینوں کی تقسیم کا مسئلہ نزاع اختیار کر گیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے مجلس شوری کا عام اجلاس طلب کیا۔^①

عبداللہ علی (درجہ اولی)

گہرا سمندر

- پیارے بھائیو! اپنی شستی خوب مضبوط کرو آخرت کا سمندر بہت گہرا ہے۔
- مکمل سامان سفر ساتھ لو آخرت کا سفر بہت طویل ہے۔
- اپنے گناہوں کا بوجھ ہا کر کھو آخرت کی گھاٹی بہت کٹھن اور دشوار گزار ہے۔
- اپنے عمل میں اخلاص پیدا کرو حساب لینے والا بہت تیز نظر ہے۔
- نماز خشوع و خضوع سے پڑھو تا کہ آخرت صحیح ہو۔
- رات کو سونے سے پہلے قرآن پڑھ کر سو یا کرو کیا معلوم یہ زندگی کی آخری رات ہو۔
- موت کو یاد رکھنے سے انسان گناہوں سے بچ جاتا ہے۔

(جاری ہے.....)

① تاریخ دمشق (۱۹۴/۲)

مردے کو قبر پر تلقین کرنا بدعت ہے

از قلم: ابو عبد الرحمن محمد رفیق الطاہر

معروف ٹی وی سکا لر طاہر القادری نے جون 2011ء میں اپنے ایک مرید کا جنازہ پڑھایا اور پھر اسکی قبر میں داخل ہو کر کچھ خرافات کیں پھر اسکی میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اجتماعی دعا کروائی اور لوگوں کو وہاں سے دور چلے جانے کو کہا اور خود وہیں کھڑے ہو کر اسے منکر نکیر کے سوالوں کا جواب یاد کروایا۔ کہ ہو ینا ربی اللہ، کہو دینی الاسلام، کہو نبی محمد ﷺ، پھر اسکے بعد موصوف کی فتاویٰ والی ویب پر کسی (http://www.thefatwa.com/urdu/questionID/1041) پر کسی نے موصوف کے اس فعل کے بارہ میں استفسار کیا کہ اسکی دلیل کیا ہے۔ تو ویب پر مقرر مفتی محمد فاروق رانا صاحب نے اپنے پیشوا کے اس فعل کو درست ثابت کرنے کے لیے کلمہ حق سے باطل کو ثابت کرنے اور خس و خاشاک کے محلات سے بدعت کی روشنی کو پھیلانے اور تقویت پہنچانے کے لیے بھرپور کوشش کی۔ ذیل میں موصوف کے انہی دلائل کا محاکمہ پیش کیا جا رہا ہے۔

مفتی فاروق رانا صاحب نے لکھا ہے کہ: تلقین میت سے مراد ہے کہ: مسلمان کو مرنے سے قبل حالت نزع میں کلمہ طیبہ / کلمہ شہادت کی تلقین کرنا اور پہلے دس دلائل اسی موضوع سے متعلق ہیں جن پر امت میں سے کسی کو اختلاف نہیں کہ مسلمان کو مرنے سے قبل حالت نزع میں کلمہ طیبہ / کلمہ شہادت کی تلقین کی جائے۔

فائدہ: موصوف نے ایک ہی روایت کو دس مختلف مقامات سے جمع کر کے الگ الگ روایات باور کروایا ہے۔ انکے اس تعامل کو کیا نام دیا جائے؟ اہل نظر بہتر فیصلہ فرمائیں۔

گیارہوں دلیل سنن ابن ماجہ کے حوالے سے نقل فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

امام ابن ماجہ نے السنن کی کتاب الجنائز کے باب ماجاء فیما یتقال عند المریض اذا حضر میں درج ذیل روایت بیان کی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حالت نزع میں میت کو درود شریف پڑھنے کی تلقین کی جائے تاکہ اس کے لیے جاں کنی کا مرحلہ سہل ہو جائے:

((قَالَ: مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ: دَخَلْتُ عَلَى جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ وَهُوَ يَمُوتُ،

فَقُلْتُ: أَقْرَأْ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ السَّلَامَ.))

”محمد بن المنکدر کہتے ہیں: میں جابر بن عبد اللہ کی وفات کے وقت ان کے پاس گیا تو میں

نے عرض کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام بھیجو“

اس کی سند سے صرف نظر کر لیتے ہیں تو پھر بھی یہ دلیل بننے کے قابل نہیں کیونکہ یہ محمد بن المنکدر رحمہ اللہ کا عمل ہے اور باتفاق امت اقوال تابعین حجت و دلیل نہیں! اسکے بعد موصوف نے لکھا ہے:

بعد از تدفین تلقین کے بارے میں فرامین رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اور پھر اسکے بعد سنن ابن ماجہ کی یہ روایت پیش فرمائی ہے:

امام ابن ماجہ (المتوفی 273) نے کہا:

((حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ

إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَقِنُوا مَوْتَكُمْ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ، سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ

الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ" قالوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ

لِلْأَحْيَاءِ؟ قَالَ: أَجُودُ، وَأَجُودُ)) [سنن ابن ماجہ 1/ 465 رقم 1446]

یہ روایت ضعیف ہے اس میں دو علتیں ہیں۔

اول: اسحاق بن عبد اللہ بن جعفر مجہول ہے کسی ایک بھی امام نے اس کی توثیق نہیں کی ہے۔

دوم: کثیر بن زید بھی ضعیف ہے۔

امام علی بن المدینی رحمہ اللہ (المتوفی: 234) نے کہا:

صالح و لیس بالقوی [سوالات ابن بی شیبہ لابن المدینی: ص: 95]
امام بوزرعہ الرازی رحمہ اللہ (المتوفی: 264) نے کہا:

هو صدوق فيه لين [الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: 150/1 وسنده صحيح]
ابو حاتم محمد بن ادريس الرازی، (المتوفی: 277)

صالح ليس بالقوی [الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: 151/ 7]
امام نسائی رحمہ اللہ (المتوفی 303) نے کہا:

كثير بن زيد ضعيف [الضعفا والمتروكون للنسائي: ص: 89]
امام ابن معین رحمہ اللہ (المتوفی 327) نے کہا:

ليس بذاك القوی [الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: 151/ 7 وسنده صحيح]
نیز کہا:

ليس بشيء [تاريخ ابن أبي خيثمة 336/4 وسنده صحيح]
امام ابن الجوزی رحمہ اللہ (المتوفی 597) نے ضعفاء میں نقل کیا:

[كثير بن زيد أبو محمد المدني، الضعفا والمتروين لابن الجوزي: 22/3]
امام ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی 748) نے کہا:

كثير بن زيد صويلح فيه لين [معجم الشيوخ البير للذهبي 300/1]
حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی 852) نے کہا:

وكثير بن زيد مختلف فيه [تغليق التعليق لابن حجر: 249/3]
دوسری دلیل کے طور پر رقمطراز ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
ارشاد فرمایا: ((لَقِنُوا هَلَكَاكُمْ قَوْلَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ))

”اپنے ہلاک ہو جانے والوں کو لا اِلهَ اِلا اللہ کی تلقین کرو۔“

سنن النسائی، کتاب الجنائز، باب تلقین المیت، 5 : 4، الرقم : (1827)

جبکہ یہ روایت بھی پہلی قسم کی تلقین کے متعلق ہے صرف لفظ ”مرنے والوں“ کی جگہ ”ہلاک ہو جانے والوں“ استعمال ہوا ہے۔ معنی ایک ہی ہے، اور روایت بھی ایک ہی ہے۔

پھر تیسری دلیل کے طور پر انہوں نے یہ روایت نقل فرمائی ہے:

امام طبرانی رحمہ اللہ (الموتی 321) نے کہا:

((حدثنا أبو عقيل أنس بن سلم الخولاني، ثنا محمد بن إبراهيم بن العلاء الجُمصی، ثنا إسماعيل بن عياش، ثنا عبد الله بن محمد القرشي، عن يحيى بن أبي كثير، عن سعيد بن عبد الله الأودي، قال: شهدت أبا أمامة وهو في النزع، فقال: إذا أنا مت، فاصنعوا بي كما أمرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم أن نصنع بموتانا، أمرنا رسول الله صل الله عليه وسلم فقال: "إذا مات أحد من إخوانكم، فسويتم التراب على قبره، فليقم أحدكم على رأس قبره، ثم ليقل: يا فلان بن فلانة، فإنه يسمعه ولا يجيب، ثم يقول: يا فلان بن فلانة، فإنه يستوي قاعدا، ثم يقول: يا فلان بن فلانة، فإنه يقول: أرشدنا رحمك الله، ولكن لا تشعرون. فليقل: اذكر ما خرجت عليه من الدنيا شهادة ن لا إله إلا الله، وأن محمدا عبده ورسوله، وأنك رضيت بالله ربا، وبالإسلام ديناً، وبمحمد نبياً، وبالقرآن إماماً، فإن منكراً ونكيراً يأخذ واحد منهما بيد صاحبه ويقول: انطلق بنا ما نقعد عند من قد لقين حجته، فيكون الله حجيجه دونهما. " فقال رجل: يا رسول الله، فإن لم يعرف أمه؟ قال: فينسبه إلى حوا، يا فلان بن حواء))

[المعجم البير للطبرانی: 249\8]

یہ روایت سخت ضعیف ہے کیونکہ مسلسل بالعلل ہے اور سند کے ہر طبقہ میں کوئی نہ کوئی علت



موجود ہے:

پہلی علت:

سعید بن عبد اللہ الأودی مجہول ہے۔

دوسری علت:

یحییٰ بن ابی کثیر نے عن کے ساتھ روایت کی ہے اور یہ مدلس ہیں۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ (المتوفی: 385)

[علل الدارقطنی: 124/11] و یحییٰ بن ابی کثیر معروف بالتدلیس

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے نکت میں انہیں طبقہ ثالثہ میں ذکر کیا ہے۔

[النکت علی ابن الصلاح 643/2]

اور ایک حدیث پر ان کے عنعنہ کی وجہ سے نقد کرتے ہوئے کہتے ہیں:

وقال ابن القطان: حدیث جابر صحیح؛ لأن محمد بن عبد الرحمن ثقة،

وقد صح سماعه من جابر. قلت: إلا أن يحيى بن أبي كثير مدلس، [إتحاف

المهرة لابن حجر: 325/3].

تیسری علت:

عبد اللہ بن محمد القرشی مجہول ہے اس کی توثیق کہیں دستیاب نہیں۔

چوتھی علت:

اسماعیل بن عیاش جب اپنے علاقہ کے علاوہ دیگر علاقے والوں سے روایت کرتے ہیں تو ضعیف

ہوتے ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی 852) نے کہا:

صدوق فی روایتہ عن اهل بلده مخلص فی غیرہم [تقریب التہذیب لابن حجر: 33/1]

اور زیر نظر روایت میں ان کا استاذ مجہول ہے لہذا معلوم نہیں وہ کہاں کا ہے۔

پانچویں علت:

محمد بن ابراہیم بن العلاء الحمصی ضعیف ہے۔

محمد بن عوف نے کہا:

کان یسرق الأحادیث [الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی: 547/7]

امام ابن عدی رحمہ اللہ (المتوفی 365) نے اسے ضعیف میں ذکر کیا ہے:

محمد بن براہیم بن العلاء بن زریق الحمصی

[الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی: 547/7]

چھٹی علت:

ابو عقیل انس بن سلم الخولانی مجہول ہے۔

موصوف کی پیش کردہ چوتھی دلیل:-

((وأخرج سعيد بن منصور عن راشد بن سعد وضمرة بن حبيب وحكيم

بن عمير قالوا: إذا سوي على الميت قبره وانصرف الناس عنه كان

يستحب ان يقال للميت عند قبره: يا فلان قل لا إله إلا الله ثلاث مرات

يا فلان قل ربى الله ودينى الإسلام ونبى محمد صل الله عليه وسلم ثم

ينصرف)) [الدر المنثور 39/5]

اول: تو اس روایت کی صحت کا ثبوت ہی نہیں کیونکہ اس کی سند نامعلوم ہے۔

دوم: یہ روایت مقطوع ہے یعنی بعض تابعین کی طرف منسوب ہے اور تابعین کے اقوال بالاتفاق

دین میں حجت نہیں۔

اور اسی چوتھی دلیل کے ضمن میں یہ روایت بھی نقل کی ہے:

((وأخرج ابن منده عن أبي أمانة رضى الله عنه قال: إذا مت فدفنتموني

فليقم إنسان عند رأسى فليقل: يا صدى بن عجلان اذكر ما كنت عليه فى

الدنيا شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله)) [الدر المنثور

39/1، شرح الصدور بشرح حال الموت والقبور ص: 110]

یہ روایت بھی مجہول السند ہے امام سیوطی نے اس کی سند ذکر نہیں کی لہذا اس کی صحت ثابت نہیں اور امام طبرانی نے ابوامامہ کی جس روایت کو سند سے ذکر کیا ہے اس حقیقت بیان کی جا چکی ہے۔
موصوف کی پانچویں دلیل:

((عن سعيد الأموى قال : شهدت أبا أمانة وهو فى النزاع فقال لى :
ياسعيد إذا أنا مت فافعلوا بى كما أمرنا رسول الله صل الله عليه وسلم
قال لنا رسول الله صل الله عليه وسلم : إذا مات أحد من إخوانكم
فسويتم عليه التراب فليقم رجل منكم عند رأسه ثم ليقل : يا فلان ابن
فلانة فإنه يسمع ولكنه لا يجيب ثم ليقل : يا فلان ابن فلانة فإنه يستوى
جالسا ثم ليقل : يا فلان ابن فلانة فإنه يقول : أروشدنا رحمك الله ثم ليقل
: اذكر ما خرجت عليه من الدنيا شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمدا عبده
ورسوله وأنت رضىت بالله ربا وبمحمد نبيا وبالإسلام ديننا وبالقرآن إماما
فإنه إذا فعل ذلك أخذ منكروك ونكير أحدهما بيد صاحبه ثم يقول له :
اخرج بنا من عند هذا : ما نصنع به قد لقن حجتة فيكون الله حجيجه
دونهما . فقال له رجل : يا رسول الله فإن لم أعرف أمه ؟ قال : انسبه إلى
حواء)) [كنز العمال 1140/15].

کنز العمال کے مصنف نے اس روایت کے لئے (کر) یعنی ابن عساکر کا حوالہ دیا ہے، ابن عساکر
سے یہ روایت مع سند و متن ملاحظہ ہو:

امام ابن عساکر رحمہ اللہ (المتوفى 571) نے کہا:

((أخبرنا أبو الحسن على بن المسلم أنا على بن محمد بن أبي العلاء أنا
أبو على أحمد بن عبد الرحمن بن أبي نصر أنبأ أبو سليمان محمد بن
عبد الله بن زبر أنبأ أبى أبو محمد نا أحمد بن عبد الوهاب بن نجدة نا
أبى نا إسماعيل بن عياش نا عبد الله بن محمد عن يحيى بن أبى كثير عن



سعید الأزدی قال شهدت أبا أمانة وهو في النزع فقال لي يا سعيد إذا أنا مت فافعلوا بي كما أمرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا مات أحد من إخوانكم فنثرتم عليه التراب فليقم رجل منكم عند رأسه ثم ليقل يا فلان بن فلانة فإنه يستوى جالسا ثم ليقل يا فلان بن فلانة فإنه يقول أرشدنا رحمك الله ثم ليقل اذكر ما خرجت عليه من دار الدنيا شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمدا عبده ورسوله وأنت رضىت بالله عز وجل ربا وبمحمد صلى الله عليه وسلم نبيا وبالإسلام ديننا وبمحمد صلى الله عليه وسلم نبيا فإنه إذا فعل ذلك أخذ منكروك ونكير أحدهما بيد صاحبه ثم يقول له أخرج بنا من عند هذا ما نصنع به وقد لقن حجتك ولكن الله عز وجل حجتك دونهم فقال له رجل يا رسول الله فإن لم أعرف أمه قال انسبه إلى حواء))

[تاریخ مدینة دمشق 24/ 73]

ابن عساکر نے طبرانی ہی کے طریق سے روایت کیا ہے جس کی حالت بیان کی جا چکی ہے۔
اسکے بعد موصوف چھٹی دلیل کے طور پر لکھتے ہیں:

حافظ ابن رجب الحنبلی أحوال القبور وأحوال أهلها إلى النشور میں لکھتے ہیں:

((حدثني بعض إخواني أن غانما جاء المعافى بن عمران بعد ما دفن، فسمعه وهو يلقي في قبره، وهو يقول: لا إله إلا البليغول المعافى: لا إله إلا الله))

”ہمارے بھائیوں میں سے ایک نے روایت کیا ہے کہ غانم، معافی بن عمران کے پاس اس وقت آئے جب انہیں دفن کیا جا چکا تھا۔ پس اسے سنا گیا جب کہ اسے قبر میں تلقین کی جا رہی تھی۔ تلقین کرنے والا کہہ رہا تھا: لا إله إلا الله اور معافی بن عمران بھی جوابا کہہ رہے تھے: لا إله إلا الله۔“



علاوہ ازیں ابن رجب الحنبلی نے کئی اور روایات بھی بیان کی ہیں جن سے مردے کو دفن کرنے کے بعد تلقین کیا جانا ثابت ہوتا ہے۔ نیز امام ابن ابی الدنیا اور امام سیوطی نے اس موضوع پر متعدد روایات اپنی کتب میں ذکر کی ہیں۔

ابن رجب رحمہ اللہ کی اس کتاب میں صرف یہ بات مل سکی۔

((وروینا من طریق مزداد بن جمیل قال قال أبو المغيرة ما رأيت مثل المعافى بن عمران بعدما دفن فسمعته وهو يلقي في قبره وهو يقول لا إله إلا الله فيقول المعافى: لا إله إلا الله))

[أحوال القبور وأحوال أهلها إلى النشور ص: 17]

امام سیوطی نے کہا:

((وقال ابن رجب روينا من طريق مراد بن جميل قال قال أبو المغيرة ما رأيت مثل المعافى بن عمران وذكر من فضله قال حدثني بعض اخواني أن غانما جاء المعافى بن عمران بعد ما دفن فسمعه وهو يلقي في قبره وهو يقول لا إله إلا الله فيقول المعافى لا إله إلا الله))

[شرح الصدور بشرح حال الموتى والقبور ص: 204]

مگر ابن رجب کی کتاب میں یہ پوری بات نہیں ملی البتہ مؤمل بن أحمد بن محمد الشیبانی (المتوفی 391) نے کہا:

((قال محمد بن عوف: ما رأيت مثل المعافى بن عمران، وما أدرکت مثله في عقله وورعه وفضله، ولقد حدثني جنادة بن مروان، أنه كان يخرج في يوم الجمعة بالغداة فيحتطب على ظهره، فيجيء بالكارة الحطب على ظهره حتى يبيعها عند باب المسجد، ثم يحل (زناره؟) ثم - يعني يدخل المسجد فيصلى الجمعة. قال: وحدثني بعض خواني أن (غانما؟) جاء المعافى بعد ما دفن فسمعه وهو يلقي في قبره وهو يقول:



لا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فيقول المعافى: لا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ))

[مجموع فيه عشر جزا حدیثی (ص: 345)].

اولا :

یروایت بھی غیر ثابت شدہ ہے۔

1- حدیثی بعض خوانی میں بعض مجہول ہے۔

2- مؤمل بن حمد بن محمد الشیبانی (المتوفی 391) کی تاریخ پیدائش 297 ہجری ہے:

خطیب بغدادی رحمہ اللہ (المتوفی: 463) نے کہا:

((وان مولده فی سنة سبع وتسعين ومائتين))

[تاریخ بغداد للخطیب البغدادی: 238/15].

اور محمد بن عوف بن سفیان الطائی 272 ہی میں وفات پا گئے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی: 748) نے کہا:

((قال ابن المنادی: مات ابن عوف فی وسط، سنة اثنتين وسبعين ومائتين - رحمه

الله)) [سیر علام النبلا للذهبی: 615/12].

لہذا یہاں بھی انتظاع ہے۔

ثانیاً: یہ غانم معلوم نہیں کون ہے یعنی ایک مجہول شخص کا عمل ہے۔

ثالثاً: المعافى بن عمران الزد الفهم (المتوفی 185) صغار تابعین میں سے ہیں اور

تابعین کے ساتھ کیا گیا عمل یا تابعین کا اپنا عمل بالاتفاق حجت نہیں۔

ساتویں دلیل کے طور پر موصوف نے حاشیہ ابن عابدین المعروف فتاوی شامی سے ایک عبارت نقل

فرمائی ہے کہ:

امام شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((قد روى عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم أنه أمر بالتلقين بعد الدفن،

فيقول: يا فلان بن فلان! اذكر دينك الذي كنت عليه من شهادة أن لا إله



إلا الله وأن محمدا رسول الله، وأن الجنة حق والنار حق، وأن البعث حق وأن الساعة آتية لا ريب فيها، وأن الله يبعث من فى القبور وأنك رضيت بالله ربا وبالإسلام دينا، وبمحمد صلى الله عليه وآله وسلم نبيا وبالقرآن إماما وبالکعبة قبله، وبالمؤمنين إخوانا.))

[ابن عابدين شامی، رد المختار، 191/2]

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تدفین کے بعد مردے کو تلقین کرو، تلقین کرنے والا میت کو یہ کہے: اے فلاں کے بیٹے! یاد کرو وہ دین جس پر تم دنیا میں تھے یعنی اس امر کی گواہی کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، جنت اور دوزخ کے ہونے اور قیامت کے قائم ہونے پر جس میں کوئی شک نہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اہل قبور کو اٹھائے گا اور تم اللہ کو رب مانتے تھے، اسلام کو دین مانتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی اور رسول مانتے تھے، کعبہ کو قبلہ اور تمام مسلمانوں کو بھائی مانتے تھے۔ پھر فرماتے ہیں:

((لا نهى عن التلقين بعد الدفن لأنه لا ضرر فيه، بل فيه نفع، فإن الميت

يستأنس بالذكر على ما ورد فيه الآثار))

”تدفین کے بعد تلقین سے منع نہیں کیا جائے گا اس لیے کہ اس میں (یعنی مردے کو تلقین کرنے میں) کوئی حرج نہیں بلکہ سراسر فائدہ ہے کیوں کہ میت ذکر الہی سے مانوس ہوتی ہے جیسا کہ آثار صحابہ سے واضح ہے۔“

ابن عابدين کا یہ کہنا:

((قد روى عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم أنه أمر بالتلقين بعد الدفن،

فيقول: يا فلان بن فلان..... الخ. [ابن عابدين شامی، رد المختار، 191/2]

بے بنیاد ہے کیونکہ ان الفاظ کے ساتھ کوئی روایت ہمیں نہیں مل سکی، البتہ طبرانی کی مذکورہ روایت میں اس سے ملتی جلتی بات ہے جس کا ضعف واضح کیا جا چکا ہے۔



اور باقی الفاظ تو ابن عابدین کے فتویٰ کے ہیں جنکی کوئی شرعی حیثیت نہیں!

آٹھویں دلیل سنن بی داود سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

امام ابو داؤد السنن کی کتاب الجناز میں ایک اور حدیث بھی روایت کرتے ہیں:

((عن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ قال: کان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إذا فرغ من دفن المیت، وقف علیہ، فقال: استغفروا لایحیکم، وسلوا له بالتشیت فإنه الآن یسئل.))

”حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب

میت کو دفن کر کے فارغ ہو جاتے تو وہاں کھڑے ہو کر فرماتے: اپنے بھائی کے لیے استغفار

کرو اور اس کے لیے ثابت قدمی کی دعا مانگو، کیونکہ اب اس سے سوالات ہوں گے۔“

اس دلیل کے بارہ میں یہ کہے بغیر چارہ نہیں کہ ”کلمۃ حق أريد بها الباطل“ یعنی بات تو صحیح ہے لیکن مقصد باطل ہے۔

میت کے لیے استغفار کرنا اور اسکے لیے ثابت قدمی کی دعا کرنا اس حدیث سے ثابت ہو رہا ہے اور باتفاق امت یہ کام جائز ہے۔ لیکن جس مقصد کے لیے یہ روایت پیش کی گئی ہے کہ میت کو دفنانے کے بعد اسکی قبر پر اسے تلقین کرنا اسکا شائبہ تک اس روایت میں موجود نہیں ہے۔

آخر میں موصوف نے ملا علی قاری کا قول پیش کیا ہے کہ یہ کام یعنی میت کے لیے استغفار اور ثابت قدمی کی دعا کرنی چاہیے تو ہمیں اس سے کوئی انکار نہیں۔

خلاصہ کلام : ساری بحث کا نتیجہ اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ:

قریب المرگ مسلمان کو کلمہ طیبہ یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تلقین

کرنی چاہیے، مرنے کے بعد میت کو (طاہر القادری کی طرح) تلقین کرنا یعنی اسکی قبر پر

کھڑے ہو کر منکر نکیر کے سوالوں کے جواب دہرانا وغیرہ کسی بھی دلیل سے ثابت نہیں۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تم مجھ پر درود بھیجو

تحریر.....: مجیب الرحمن سیاف (مدرس جامعہ ہذا)

لفظ ”درود“ جسے عربی میں «الصلوة» کہتے ہیں اس کی نسبت اگر اللہ کی طرف کی جائے تو اس کا معنی اللہ کی طرف سے رحمت اور فرشتوں کے سامنے اپنے حبیب کی ثناء بیان کرنا ہے۔ اگر اس کی نسبت فرشتوں اور انسانوں کی طرف کی جائے تو اس کے معنی برکت و رحمت اور بلندی درجات کے لیے دعاء کے ہیں۔

درود بھیجنا اللہ کا حکم ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾

”بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اے وہ لوگو جو ایمان لائے تم بھی

اس (نبی ﷺ) پر درود بھیجو اور سلام بھیجو سلام بہت بھیجنا“۔ (الاحزاب: ۵۶)

درود بھیجنا نبی ﷺ کا حکم ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ اور نہ ہی میری قبر پر میل لگاؤ اور تم مجھ پر درود بھیجو بلاشبہ تمہارا درود بھیجنا تم جہاں کہیں بھی ہو مجھ تک پہنچا دیا جاتا ہے۔“

ابوداؤد: کتاب المناسک باب زیارة القبور

ہر مجلس میں نبی ﷺ پر درود بھیجا جائے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی قوم کسی مجلس میں بیٹھتی ہے اس میں وہ اللہ کا ذکر نہیں کرتی اور نہ ہی اپنے نبی ﷺ پر درود بھیجتی ہے تو وہ مجلس ان کے لیے

قیامت کے دن ندامت و حسرت کا سبب بن جائے گی۔ چاہے تو اللہ انہیں عذاب دے دے چاہے تو انہیں معاف کر دے۔“ ترمذی: ابواب الدعوات باب فی القوم یجلسون ولا یذکرون اللہ درود نہ بھیجنے والا بخیل ہے:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ شخص بخیل ہے جس کے پاس میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔“

ترمذی: ابواب الدعوات باب قول رسول اللہ ﷺ ارغم انف رجل

درود نہ بھیجنے والا جنت کا راستہ بھول بیٹھتا ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ نَسِيَ الصَّلَاةَ عَلَى خَطِيءٍ طَرِيقَ الْجَنَّةِ))

”جو شخص مجھ پر درود بھیجنا بھول جاتا ہے وہ جنت کا راستہ بھول جاتا ہے۔“

ابن ماجہ: کتاب اقامة الصلاة والسنة فيها باب الصلاة على النبي ﷺ حسن صحيح

اذان کے بعد درود بھیجنے کا حکم:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”جب تم مؤذن کو اذان دیتے ہوئے سنو تو اسی طرح کہو جس طرح وہ کہتا ہے

((ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرًا))

”پھر تم مجھ پر درود بھیجو بے شک وہ شخص جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے تو اس پر اللہ اس کے

بدلے میں دس رحمتیں کرتا ہے“

مسلم، الصلاة باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه ثم يصلي على النبي ﷺ

درود بھیجے بغیر دعا قبول نہیں ہوتی:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((كُلُّ دُعَاءٍ مَحْجُوبٌ حَتَّى يُصَلَّى عَلَى النَّبِيِّ ﷺ)) صحيح الجامع (٤٥٢٣)

”ہر دعا معلق رہتی (قبولیت کو نہیں پہنچتی) ہے جب تک نبی ﷺ پر درود نہ بھیجا جائے۔“



دعا کرنے سے پہلے درود بھیجا جائے:

حضرت فضالہ بن عبید اللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص آیا اس نے نماز پڑھی پھر یہ دعا کرنے لگا

((اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ))

”اے اللہ مجھے معاف فرما دے اور میرے اوپر رحم فرما“

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے نمازی تو نے جلدی کی ہے جب تو نماز پڑھے پھر دعا کے لیے بیٹھے تو تو اللہ کی حمد و ثناء اس کے شایان شان بیان کر پھر اس سے دعا کر۔“

پھر ایک اور شخص آیا اس نے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی اور نبی ﷺ پر درود بھیجا تو اس سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((اِيْهَا الْمُصَلِّيْ اُدْعُ تُجَبِّ)) ”اے نمازی! دعا کرتی دعا قبول ہوگی“

ترمذی: ابواب الدعوات (۳۴۷۶)

درود بھیجنے سے آپ ﷺ کی شفاعت حاصل ہوگی:

حضرت ابو درداءؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ حِينَ يَصْبَحُ وَحِينَ يَمَسِيْ عَشْرًا اَدْرَكَتْهُ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))

”جس نے مجھ پر دس بار صبح اور دس بار شام درود بھیجا اس کو قیامت کے دن میری شفاعت نصیب ہوگی“

صحيح الجامع الصغير (۶۳۵۷)

غم ختم اور گناہ معاف ہوتے ہیں:

حضرت ابی بن کعبؓ نے ایک مرتبہ عرض کیا اے اللہ کے نبی ﷺ! (میں نے جب سے درود پاک کی فضیلت سنی ہے تو) میرا جی چاہتا ہے کہ میں آپ ﷺ پر زیادہ سے زیادہ درود پڑھوں۔ پس آپ فرمائیں کہ میں کتنا وقت لگاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَا شِئْتُ))

جتنا تیری مرضی..... میں نے عرض کیا: اپنے وقت کا چوتھا حصہ آپ ﷺ پر درود پڑھوں گا،

آپ ﷺ نے فرمایا: ((مَا شِئْتُ فَاِنْ زِدْتُ فَهُوَ خَيْرٌ لِّكَ))

تیری مرضی ہے، اگر زیادہ وقت لگائے تو تیرے لیے بہتر ہے..... میں نے عرض کیا: پھر میں آدھا وقت لگاؤں گا، آپ ﷺ نے فرمایا: تیری مرضی اگر زیادہ کرے تو بہتر ہے، میں نے عرض کیا: ((أَجْعَلُ لَكَ صَلَوتِي كُلَّهَا))

اب تو میں سارا وقت آپ پر درود شریف پڑھتا رہوں گا۔
آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا تَكْفَى هَمُّكَ وَيَغْفِرُ لَكَ ذَنْبَكَ))

تب تو تیرے دکھ اور غم دور کر دیئے جائیں گے اور تیرے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

ترمذی، ابواب صفة القيامة، باب في الترغيب في ذكر الله وذكر الموت..... (۲۴۵۷)
مسند احمد میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا يَكْفِيكَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مَا أَهَمَّكَ مِنْ دُنْيَاكَ وَآخِرَتِكَ))

”تب تو اللہ تیرے دنیا و آخرت کے غموں پریشانیوں کو دور کر دے گا۔“

فرشتے درود بھیجتے ہیں:

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

((مَا مِنْ عَبْدٍ يَصَلِّيَ عَلَيَّ إِلَّا صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ مَا دَامَ يَصَلِّيَ عَلَيَّ فَلْيَقِلَّ الْعَبْدُ مِنْ ذَلِكَ أَوْ لِيَكْثُرْ))

”کوئی بھی بندہ جب تک مجھ پر درود بھیجتا رہتا ہے تب تک فرشتے اس پر درود بھیجتے (رحمت کی دعاء کرتے رہتے) ہیں تو آدمی اس کو زیادہ کر لے یا کم کر لے۔“

صحيح الجامع الصغير (۶۵۲۰)، مسند احمد (۱۵۶۸۰)

آپ پر درود و سلام کیسے پڑھیں؟

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہماری طرف آئے تو ہم نے

کہا سلام تو ہم جانتے ہیں کہ آپ پر کیسے بھیجیں لیکن

((فَكَيْفَ نَصَلِّيْ عَلَيْكَ؟))



”تو ہم آپ ﷺ پر درود کیسے پڑھیں؟“

آپ ﷺ نے فرمایا کہو:

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ
، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ ، وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ))

”اے اللہ محمد اور آل محمد پر رحمت نازل فرما جیسے تو نے ابراہیم علیہ السلام کی آل پر رحمت نازل
فرمائی۔ اور محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ پر برکت نازل فرما جیسے تو نے ابراہیم علیہ السلام کی آل پر
برکت نازل فرمائی بے شک تو تعریف کے لائق اور بزرگی والا ہے۔“

صحیح مسلم، الصلاة باب الصلاة على النبي ﷺ، (۴۰۵)

ایک دوسری روایت کے یہ الفاظ ہیں۔

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی
آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا
بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ))

”اے اللہ! صلوٰۃ بھیج محمد ﷺ پر اور محمد ﷺ کی آل پر کہ جس طرح تو نے صلوٰۃ بھیجی
ابراہیم علیہ السلام پر اور ابراہیم علیہ السلام کی آل پر۔ یقیناً تو تعریف والا بزرگی والا ہے..... اے اللہ
برکت نازل فرما محمد ﷺ پر اور محمد ﷺ کی آل پر کہ جس طرح تو نے برکت نازل کی
ابراہیم علیہ السلام پر اور ابراہیم علیہ السلام کی آل پر۔ یقیناً تو تعریف والا بزرگی والا ہے۔“

[بخاری، الأنبياء، (۳۳۷۰)، مسلم (۴۰۶)]

نوٹ: یہ بات ذہن نشین رہے کہ اذان کے بعد درود بھیجنا سنت ہے اور نبی ﷺ کا حکم ہے اذان سے
پہلے پڑھنا درست نہیں ہے۔ جو بھی شخص نبی ﷺ پر درود بھیجے گا اس کے گناہ بھی معاف ہوں گے
درجات بھی بلند ہوں گے، پریشانیوں بھی ختم ہوں گی اور قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کی شفاعت
بھی نصیب ہوگی۔

نماز جنازہ میں میت کے ساتھ دھوکہ!

تحریر.....: عبدالرشید شاہد داماد مولانا محمد اعظم رحمہ اللہ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى أَشْرَفِ الْأَنْبِيَاءِ
وَالْمُرْسَلِينَ، أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ،
قَالَ النَّبِيُّ ﷺ!

((حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ، رَدُّ السَّلَامِ، وَعِيَادَةُ الْمَرِيضِ، وَاتِّبَاعُ
الْجَنَائِزِ، وَاجَابَةُ الدَّعْوَةِ، وَتَشْمِيتُ الْعَاطِسِ))

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں، سلام کا جواب دینا، بیمار کی
مزارج پرسی کرنا، جنازوں کے ساتھ چلنا، دعوت قبول کرنا اور چھینک لینے والے کی چھینک کا
جواب دینا“ بخاری کتاب الجنائز باب الامر باتباع الجنائز (1240)

ایک مسلمان جب لاشعوری کی حدود سے نکل کر عقل و فکر اور شعور کی حدود میں قدم رکھتا ہے تو اس پر
دو قسم کے حقوق کی ذمہ داری عائد ہو جاتی ہے۔ ایک حقوق ہیں حقوق اللہ یعنی بندوں پر اللہ کے حق کہ
اللہ وحدہ لا شریک کے احکامات ماننا اور ان پر عمل کرنا اور اسکی ذات و صفات میں کسی کو شریک نہ کرنا،
اور دوسرے حقوق ہیں حقوق العباد یعنی بندوں پر بندوں کے حقوق کو جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے
پیغمبر جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعے ہم پر فرض کیے ہیں۔

کوئی بندہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کامیاب اور سرخرو نہیں ہو سکتا جب تک وہ
حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں پورے نہیں کرے گا، لیکن یہ انسان آخر پھر بھی انسان ہے جو غلطیوں،
 کوتاہیوں اور خطاؤں کا پتلا ہے ماسوا انبیاء علیہم السلام کے کوئی بھی معصوم عن الخطا نہیں ہے اس لئے انبیاء

ﷺ کے علاوہ ناتو کوئی کما حقہ حقوق اللہ پورے کر سکتا ہے اور نا ہی حقوق العباد پورے کرنا کسی کے بس کی بات ہے، اس لئے جنازہ کا جو حکم دیا گیا ہے اس کی حکمت ہی یہ کہ فوت ہونے والے اپنے اس ﴿ماں باپ، بیٹا، بھائی، بہن، عزیز، دوست﴾ مسلمان بھائی کے حق میں اللہ تعالیٰ سے اسکی بخشش و مغفرت کی دعا کی جائے کہ اے اللہ یہ تیرا بندہ ہے اس سے جو بھی دانستہ یا غیر دانستہ طور پر غلطیاں اور کوتاہیاں سرزد ہوئی ہیں تو ان سے درگزر فرما کر اسے معاف کر دے۔

پہلے خود معاف کرے پھر..... !

کسی مسلمان کے اس دنیا سے رخصت ہونے پر نمازِ جنازہ میں جو دعائیں کی جاتی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سفارش ہیں جو مومن اپنے مومن بھائی کے لئے کرتے ہیں، اس لئے یہاں یہ بات سمجھ لینا بے حد ضروری کہ فوت ہونے والے کے حق میں اللہ سے سفارش (دعا) کرنے سے پہلے خاص کر یہ لوگ اگر باپ ہے، بیٹا ہے، بھائی ہے، بہن ہے، داماد ہے، سر ہے، دوست ہے، علیٰ ہذا القیاس جس جس کا جو بھی تعلق ہے، ہمسایہ ہے یا کاروباری تعلق ہے ہر ایک کو چاہئے کہ پہلے خود معاف کرے کہ اے اللہ اسکے ذمہ جو میرے حقوق تھے اور یہ پورے نہیں کر سکا میں نے اسے معاف کر دیا ہے اور بشری تقاضے کے مطابق جو تیرے حقوق یہ پورے نہیں کر سکا اے اللہ تو بھی اسے اپنی رحمت سے معاف فرما دے۔

ایسے شخص کو جنازہ پڑھنے کا کوئی حق نہیں ہے

ایسا آدمی چاہے فوت ہونے والے کا باپ ہو، بیٹا ہو، بھائی ہو، عزیز ہو، رشتہ دار ہو، دوست ہو، ہمسایہ ہو، کوئی بھی ہو اگر وہ پہلے خود معاف نہیں کرتا تو اسے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ نمازِ جنازہ میں شریک ہو کیونکہ جو خود معاف نہیں کر رہا وہ کیونکر اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی کی درخواست کر سکتا ہے، یہی تو جنازہ پڑھنے کی حکمت ہے کہ پہلے خود معاف کیا جائے اور اللہ تعالیٰ سے اسکی مغفرت و بخشش کی دعا کی جائے۔

اگر ہم نے یہ حق صحیح ادا نہ کیا تو؟

کسی فوت ہوئیوالے مسلمان کا یہ آخری حق ہے کی اسکی نماز جنازہ پڑھی جائے اور نماز جنازہ میں خلوص دل کے ساتھ اسکی بخشش کیلئے وہ تمام دعائیں کی جائیں جو رسول اللہ ﷺ نے پڑھی ہیں۔ لیکن ہمارا المیہ تو یہ ہے کہ ہم مرنے والے کا حق ادا کرنے نہیں جاتے بلکہ اسکے پسماندگان کے حضور حاضری کی غرض سے صرف منہ دکھانے جاتے ہیں۔ مرنے والے کا یہ آخری حق ادا کرنے کی غرض سے تو ہم تب جائیں جب ہمیں کوئی دین سے سروکار ہو اور دعایا دہو۔ یاد رکھیں کہ مرنے والے کا صحیح حق اس وقت ادا ہوگا کہ جب ہم پہلے خود معاف کریں گے اور پھر سنت رسول ﷺ کے مطابق نماز جنازہ میں اس کیلئے دعائیں کریں گے۔ فوت ہونے والے کا یہ آخری حق ہے اور یہ بھی یاد رکھیں کہ اگر ہم نے یہ حق ادا نہ کیا تو ایک دن ہم نے بھی مرنا ہے اور ہمارے ساتھ بھی ویسا ہی ہوگا جیسا ہم کر رہے ہیں نا کوئی پہلے خود معاف کریگا اور نا ہی سنت رسول ﷺ کے مطابق جنازہ پڑھ کر ہماری بخشش کی دعا کر کے یہ آخری حق ادا کرنے والا ہوگا۔

نماز جنازہ کا سنت طریقہ

نماز جنازہ کا جو سنت طریقہ ہے وہ یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد سینے پر ہاتھ باندھ کر سورۃ فاتحہ پڑھی جائے۔ جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک دفعہ کسی کی نماز جنازہ پڑھائی تو نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ بلند آواز سے قرأت کی، جب فارغ ہوئے فرمایا لَتَعْلَمُوا أَنَّهَا سُنَّةٌ يَّهِيَ لَئِیَہِ تَاکُم جَان لَو کہ یہ سنت ہے۔

بخاری کتاب الجنائز باب قراءة الفاتحة الكتاب علی الجنائز (1335)

چنانچہ نسائی کی ایک روایت سے سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ العصر کا پڑھنا بھی منقول ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ فاتحہ کے ساتھ کوئی دوسری سورۃ پڑھنا بھی جائز ہے۔

پھر دوسری تکبیر کے بعد ہے جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر دو دشریف پڑھنا اور تیسری تکبیر کے بعد حاضری کے لئے مغفرت و بخشش کی دعائیں کرنا۔ چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرنا۔ ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرنا بھی نبی پاک ﷺ کی سنت ہے۔ لیکن افسوس کے جن علماء نے اللہ کے دین کو اللہ کی امانت سمجھ کر لوگوں تک پہنچانا تھا اور جنہوں نے احکام الہی پر سنت کے مطابق عمل کرنا کرنا تھا

وہ لوگ سنت سے ہٹ کر خود ساختہ اور من گھڑت قسم کے طریقوں سے لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔

میت کے ساتھ ہمارا دھوکہ

ہماری بد قسمتی کی یہ انتہا ہے کہ ہم مرنے والے کو بھی دھوکہ دینے سے باز نہیں آتے۔ کیونکہ جنازے کا جو مقصد ہے ہم اس مقصد کے لئے نہیں آتے ہیں ہم اس مقصد کے لئے نہیں آتے کہ مرنے والے کا یہ آخری حق ہے ہم نے اسکی مغفرت کی دعا کر کے یہ حق ادا کرنا ہے اس مقصد کے لئے تو ہم تب جائیں جب ہمیں جنازہ کا طریقہ اور جنازہ کی دعائیں یاد ہوں اس لئے ہمارا مقصد صرف اور صرف حاضری رہ جاتا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ مرنے والے کی مغفرت و بخشش کیلئے وہ دعائیں کی پڑھی جائیں جو نبی کائنات ﷺ نے پڑھی ہیں، یہی تو بد قسمتی ہے کہ جو دعائیں میت کیلئے خاص ہیں اور ہادی کائنات ﷺ سے ثابت ہیں مولوی صاحب وہ دعائیں پڑھتے نہیں اور جو پڑھنے والے ہیں انہیں وہ دعائیں آتی نہیں حالانکہ آپ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ ((إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَاخْلُصُوا لَهُ الدُّعَاءَ)) جب تم کسی میت پر نمازے جنازہ پڑھو تو اس کے لئے پر خلوص ہو کر دعا کیا کرو۔ سنن ابی ذؤد، کتاب الجنائز، باب الدعاء للمیت (3199)

میت کے لئے مسنون اور مخصوص دعائیں

صحابی رسول ﷺ جناب عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کی نماز جنازہ پڑھی تو آپ ﷺ نے جنازہ میں یہ دعا کی۔ ((اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ)) اے اللہ تو اسے بخش دے ((وَارْحَمْهُ)) تو اسے پر رحم فرما ((وَعَافِهِ وَاعْفُ عَنْهُ)) تو اسے عافیت دے اور اس سے درگزر فرما ((وَاكْرِمْ نُزُلَهُ)) اور اس کی اچھی (باعزت) مہمان نوازی کر ((وَوَسِّعْ مُدْخَلَهُ)) اور اس کے داخل ہونے کی جگہ (قبر) کو کشادہ کر دے ((وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالتَّلْجِ وَالْبَرَدِ)) اور اس کو دھو ڈال پانی، برف اور اولوں کے ساتھ، ((وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا)) اور اسکو صاف کر دے گناہوں سے ((كَمَا نَقَّيْتَ الثُّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ)) جس طرح تو صاف کرتا ہے سفید کپڑے کو میل اور پکیل سے ((وَابْدَلْهُ دَارًا خَيْرًا مِنْ دَارِهِ)) تو اسے اس

(دنیا کے) گھر کے بدلے میں بہتر گھر عطا فرما ((وَاهْلًا خَيْرًا مِّنْ اِهْلِهِ)) اور اس کے گھر والوں کے بدلے میں بہتر گھر والے عطا فرما ((وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهِ)) اور اسے اس کے ساتھی سے بہتر ساتھی عطا فرما ((وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ)) اور اسے جنت میں داخل کر دے ((وَاَعِزَّهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ)) اور بچالے اس کو قبر کے عذاب سے اور آگ کے عذاب سے۔

صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب الدعاء للمیت (663)

نبی مکرم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان اطہر سے یہ اتنی جامع اور بہترین دعائیں سن کر جناب عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کاش یہ میری میت ہوتی اور یہ دعا مجھ پر پڑھی جاتی۔ ایک دوسری روایت میں جناب وائلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کے جنازہ میں یہ دعا پڑھی اے اللہ ((اِنَّ بَنِي فُلَانٍ فِيْ ذِمَّتِكَ وَحَبْلُ جَوَارِكَ)) بیشک یہ فلاں بن فلاں تیرے ذمہ اور تیری پناہ میں ہے ((فَقِهِ فِتْنَةَ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ)) پس تو اسے قبر کے فتنے اور آگ کے عذاب سے بچالے ((وَاَنْتَ اَهْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَقِّ)) تو وعدے کو پورا کرنے والا اور حق والا ((اَللّٰهُمَّ! فَاَعْفِرْ لَهُ وَاَرْحَمْ)) اے اللہ تو اسے بخش دے اور اس پر رحم فرما ((اِنَّكَ اَنْتَ الْعَفُوْرُ الرَّحِيْمُ)) بیشک تو بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔

سنن ابی ذؤد، کتاب الجنائز، باب الدعاء للمیت

ایک اور بات بھی واضح ہوئی کہ میت کا نام لے کر دعا کرنا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اور نمازے جنازہ میں میت کا نام لے کر بھی دعا کر سکتے ہیں، صحیح سند کے ساتھ ایک اور دعا بھی ثابت ہے جو آپ ﷺ میت کے لئے کیا کرتے تھے۔ اس روایت کے راوی ہیں جناب یزید بن رکانہ رضی اللہ عنہ یہاں یہ بات یاد رکھیں کہ یہ جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا یزید نہیں ہے بلکہ یہ جناب رکانہ بن مطلب رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں اور ان کا نام بھی یزید رضی اللہ عنہ ہی ہے اور ان دونوں باپ بیٹے کو صحابی رسول ﷺ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ یہی جناب یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک نماز جنازہ پڑھائی تو میت کیلئے یہ دعا فرمائی ((اَللّٰهُمَّ)) اے اللہ ((عَبْدُكَ وَابْنُ اَمَتِكَ)) تیرا بندہ ہے

اور تیری بندی کا بیٹا ہے ((وَأَنْتَ غَنِيٌّ عَنْ عَذَابِهِ)) تو اس کے عذاب سے بے پروا ہے ((إِنْ كَانَ مُحْسِنًا فَزِدْ فِيْ حَسَنَاتِهِ)) اگر یہ نیکی کرنے والا تھا تو پس تو اسکی نیکیوں میں اضافہ کر دے ((وَأِنْ كَانَ مُسِيئًا فَتَجَاوَزْ عَنْهُ)) اگر یہ گناہ کر نیو والا تھا تو پس تو اس سے درگزر فرما۔

جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنازے پر نماز میں یہ دعا پڑھی ((اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبُّهَا)) اے اللہ تو ہی اس کا رب ہے ((وَاَنْتَ خَلَقْتَهَا)) تو نے ہی اسے پیدا کیا ((وَاَنْتَ هَدَيْتَهَا اِلَى الْاِسْلَامِ)) تو نے ہی اسے اسلام کی ہدایت دی ((وَاَنْتَ قَبَضْتَ رُوحَهَا)) تو نے ہی اس کی روح قبض فرمائی ((وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلَانِيَتِهَا)) اور تو ہی اس کے پوشیدہ اور ظاہر اعمال کو سب سے زیادہ جانتا ہے ((جِئْنَاكَ شُفْعَاءَ)) ہم تیرے پاس اسکے سفارشی بن کر آئے ہیں ((فَاغْفِرْ لَهُ)) پس تو اسے بخش دے۔ سنن ابی ذؤد، کتاب الجنائز، باب الدعاء للمیت

اتنی جامع اور اتنی اکمل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اطہر سے نکلی ہوئی دعائیں تو مولوی صاحب نماز جنازہ میں قریب تک نہیں آنے دیتے اور بعد میں چار پائی کے گرد کھڑے ہو کر دعا کرنا شروع کر دیتے ہیں جو کہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں بلکہ سنت کے برعکس اور خلاف ہے۔ کتنی بد نصیبی کی بات ہے کہ جہاں نماز جنازہ میں رہبر دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے خلوص کے ساتھ دعا کا حکم دیا ہے اور جو دعاؤں کا اصل محل ہے اور جہاں دعا کرنا مقصود تھی وہاں دعا کرتے نہیں اور جہاں دعا کا کوئی مقصد ہی نہیں وہاں دعا شروع کر دیتے ہیں۔ اگر بعد میں ہی دعا کرنا تھی تو پھر یہ نماز جنازہ کا کیا؟ یہ دعا حاضر میت کیلئے تو نہیں!

ہمارے یہاں جو نماز جنازہ ادا کی جاتی ہے وہ بالکل سنت کے مطابق نہیں ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ کی نماز میں بھی سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی سورۃ پڑھتے تھے لیکن ہمارے یہاں ایسا نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میت کے لئے خلوص کے ساتھ جو دعائیں کی ہیں وہ نہیں پڑھی جاتیں بلکہ صرف اور صرف اسی ایک دعا پر ہی اکتفا کر لیا جاتا ہے جو مسنون تو ہے ہم اس کے مسنون ہونے کا انکار نہیں کرتے لیکن جنازہ میں سامنے پڑی ہوئی میت کیساتھ اسکا کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ یہ ایک

مشرک دعاء ہے جس میں روز اول سے لیکر جنازہ پڑھنے تک جتنے بھی فوت ہونے والے مومن ہیں وہ سارے اس میں شامل ہیں اور جو جنازہ پڑھنے تک زندہ رہنے والے مومن ہیں وہ بھی سارے اس میں شامل ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے میت کے ساتھ ساتھ تمام فوت شدگان اور جو زندہ ہیں انکو بھی دعاؤں میں شامل کیا ہے اس لئے یہ دعا حاضر میت کے لئے نہیں ہے بلکہ تمام فوت ہونے والے اور تمام زندہ مسلمانوں کے لئے ہے بلکہ یہ تو ہے ہی زندوں کے لئے آپ دیکھیں کہ اس کے پہلے الفاظ ہی زندوں کے لئے ہیں اس میں فوت شدگان کے لئے جو الفاظ ہیں وہ صرف ایک دفعہ ہیں باقی ساری کی ساری دعا ہی زندوں کیلئے ہے اور ان کے حق میں ہے۔ ((اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا)) اے اللہ ہمارے اس وقت تک جتنے بھی زندہ ان سب کو بخش دے۔ ((وَمَيِّتِنَا)) اور ہمارے (مراد پہلے دن سے لیکر یہ جنازہ پڑھنے تک) فوت ہونے والوں کو بخش دے۔ ((وَشَاهِدِنَا)) اور ہمارے جو اس وقت حاضر ہیں ان کو بخش دے۔ ((وَعَائِنَا)) اور ہمارے جو اس وقت نہیں آسکے ان کو بھی بخش دے۔ ((وَصَغِيرِنَا)) اور ہمارے جو چھوٹے ہیں ان کو بخش دے۔ ((وَكَبِيرِنَا)) اور ہمارے جو بڑے ہیں ان کو بخش دے۔ ((وَذَكْرِنَا)) اور ہمارے جو مرد ہیں انکو بخش دے۔ ((وَأُنثَانَا)) اور ہماری جو عورتیں ہیں انکو بخش دے۔ ((اللَّهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنْفَاحِيهِ عَلَى الْإِسْلَامِ)) اے اللہ ہم میں سے جسے تو زندہ رکھنا چاہے اسے تو اسلام پہ زندہ رکھ۔ ((وَمَنْ تَوَقَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَقَّهِ عَلَى الْإِيمَانِ)) اور ہم میں سے جسے تو موت دینا چاہے تو ایمان پر موت نصیب فرما۔ ((اللَّهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا جَزَاءَهُ)) اے اللہ تو اس (جنازہ) کے اجر سے ہمیں محروم نہ کرنا۔ ((وَلَا تَفْتِنْنَا بَعْدَهُ)) اور ہمیں اس کے بعد کسی فتنے میں مبتلا نہ کرنا۔

نیت تو زبان سے کی تھی (جس کا کوئی شرعی ثبوت نہیں اور من گھڑت ہے) دعا واسطے اس حاضر میت کے اور دعا پڑھ دی جس کے سارے جملے ہی زندوں کیلئے ہیں۔ اب آپ اپنے ایمان سے بتائیے کہ اگر اسی ایک دعا پر اکتفا کر لیا جائے تو ہم نے میت کے حق میں کیا مانگا ہے۔ اور کیا یہ اپنی کی ہوئی نیت کے خلاف نہیں ہوگا؟

میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ اس دعا کے سنت ہونے کا کسی کو انکار نہیں لیکن اس دعا میں کوئی ایک جملہ بھی ایسا نہیں ہے کہ جو حاضر میت کیلئے خاص ہو۔ فوت ہونے والے کے حق میں یہی بہتر ہے کہ سنت کے مطابق جنازہ پڑھتے ہوئے وہ ساری دعائیں پڑھی جائیں جو نبی کائنات جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے جنازہ میں میت کے لئے پڑھی ہیں اس طرح دو فائدے ہونگے ایک تو سنت رسول ﷺ پر عمل ہوگا اور دوسرا یہ کہ میت کا حق بھی ادا ہو جائیگا ورنہ سنت کے خلاف بھی ہوگا اور میت کا حق بھی ادا نہیں ہوگا بلکہ میت کے ساتھ دھوکہ اور فراڈ ہوگا۔

کیا کسی مولوی کا طریقہ نبی اکرم ﷺ کے طریقے سے بڑھ کر ہو سکتا ہے؟۔ اور کیا کوئی مولوی نبی اکرم ﷺ سے بڑھ کر جامع اور بہتر دعائیں کر سکتا ہے؟۔ یہاں ایک دفعہ پھر میں اپنی بات کو دہرا دوں کہ اگر نماز جنازہ کے بعد ہی دعا کرنی ہے تو پھر یہ نماز جنازہ کیا ہے؟ حالانکہ نماز جنازہ کا مطلب ہی یہ ہے کہ جنازہ کے اندر میت کے لئے دعائیں کی جائیں۔

تو آئیے اگر آپ کسی فوت ہونے والے مسلمان بھائی کا یہ آخری حق صحیح حق ادا کرنا چاہتے ہیں تو پھر نماز جنازہ سنت کے مطابق ادا کیجئے۔ اس سے بھی یہ دو فائدے حاصل ہونگے ایک تو یہ کہ میت کا حق ادا ہوگا اور دوسرا یہ کہ جنازے کا جو ثواب ہے وہ بھی ملے گا۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سیدہ عائشہ صدیقہ و سیدہ فاطمہ زہراء (قاری محمد لقمان محمدی)

حجاب و شرم و حیا زندگی ہے عورت کی

جو یہ نہ ہو تو برابر ہے پھر وجود و عدم

نہ دیکھ رشک سے تہذیب کی نمائش

کہ سارے پھول یہ کاغذ کے ہیں اللہ کی قسم

وہی ہے راہ ترے عزم و شوق کی منزل

جہاں ہیں عاشر و فاطمہ کے نقش و قدم

(ماہر القادری)

ولادت رسول ﷺ کا صحیح دن

تحریر..... ابو عبد الرحمن طاہر ملتان

رسول اللہ ﷺ کی صحیح تاریخ پیدائش نو (9) ربیع الاول ہی ہے۔

اس تاریخ کی تحقیق نہایت ہی آسان طریقے سے آپ خود بھی سمجھ سکتے ہیں لیکن اس سے قبل چند بنیادی باتیں سمجھنا ضروری ہیں:

1۔ موجودہ رائج شدہ عیسوی کیلینڈر کے رائج ہونے سے پہلے سال کو 360 دن کا سمجھا جاتا تھا لیکن سن 47 ق م میں شاہ روم جولیس سیزر کے حکم پر رومی اہل علم نے موسموں کا اندازہ لگانے کے بعد سال کو 365 دن 6 گھنٹے یعنی تین سال تک سال 365 دن اور چوتھے سال 366 دن یعنی لیپ کا سال شمار کرنا شروع دیا لیکن سن ق م میں ریاضی دانوں نے یہ تحقیق پیش کی کہ سورج کے گرد زمین کے ایک چکر کی مدت کی مناسبت سے تقریباً 14 منٹ فی سال زیادہ شمار ہوتے ہیں چنانچہ انہوں نے پوری صدی کو لیٹ کا سال شمار نہ کرنے کا حکم صادر کر دیا لیکن سترھویں صدی میں پوپ گریگری سیزدھم نے اس حساب میں بھی غلطی ثابت کرتے ہوئے اور سورج کے گرد زمین کے ایک چکر اور سال کے دورانیے میں مطابقت پیدا رہنے کے لیے ہر چوتھی صدی کو لیپ کا سال قرار دیا۔ جبکہ باقی صدیوں مثلاً 1700 , 1500 کی طرح کے سالوں کو 365 دنوں کا سال شمار کیا جانے لگا۔ اور یہی کیلینڈر آج تک رائج ہے۔

2۔ ہجری تقویم کا دار و مدار چاند کی زمین کے گرد گردش پر ہے۔ ماہرین فلکیات اور ہیت دانوں کے بہت مختلط حساب کے مطابق چاند زمین کے گرد ایک چکر 29 دن 12 گھنٹے 44 منٹ 2.8 سیکنڈ میں مکمل کرتا ہے۔ یعنی ہجری مہینے کا دورانیہ 29 دن 12 گھنٹے 44 منٹ 2.8 سیکنڈ یعنی 29.5305879 دن بنتا ہے۔

تو ایک ہجری سال کا دورانیہ 29.5305879 ضرب 12 یعنی کل 354.3670555 دن

بناتا ہے۔

3۔ ایک اہم ترین بات ذہن نشیں رہے کہ منازل قمر میں بے ترتیبی پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے عام ہجری سالوں اور لیپ سالوں میں کوئی خاص ترتیب قائم نہیں رہتی لیکن اتنا ضرور ہے کہ 30 ہجری سالوں میں 11 سال لیپ کے ہوتے ہیں یعنی مکمل 355 دنوں کے۔
ان بنیادی باتوں کو سمجھنے کے بعد اب ہم چلتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ پیدائش کی تحقیق کی طرف۔

نبی کریم ﷺ کا سال ولادت 53 ق ھ (قبل از ہجرت)
محرم الحرام 53 ق ھ سے ذوالحجہ 1431 تک کل سال بنے $53 + 1431 = 1484$ یعنی 1484 سال
ایک ہجری سال کا دورانیہ یعنی 354.3670555 دن
1484 سالوں کے کل دن $354.3670555 * 1484 = 525880.710362$ یعنی 525880 دن
یعنی یکم محرم الحرام سن 53 ق ھ تا یکم محرم الحرام 1432 ھ کل دن 525880 دن
(اعشاریہ کا جو فرق ہے وہ منازل قمر کی بنا پر ہے)
تو 9 ربیع الاول 53 ق ھ تا یکم محرم الحرام 1432 ھ کل دن بنے محرم کے تیس اور صفر کے 29 اور ربیع الاول کے 8 دن نفی کر کے یعنی 525880 - 67 یعنی 525813 دن۔
دنوں کی تعداد بلحاظ شمسی تقویم:

9 ربیع الاول سن 53 ق ھ بمطابق 22 اپریل 571 م سے یکم محرم الحرام 1432 ھ بمطابق 7 دسمبر 2010 م تک بننے والے کل دن معلوم کرنے کے لیے:
یکم جنوری تا 7 دسمبر کل دن یعنی 340 دن
(7 ستمبر کو شمار نہیں کیا گیا کیونکہ 7 ستمبر کو یکم محرم 1432 ھ تاریخ تھی اور ہمیں صرف ہجری سالوں کے دن شمار کرنا ہیں تاکہ مکمل 1431 سالوں کے دن سامنے آسکیں)
22 اپریل 571 م سے 31 دسمبر 571 م تک کل دن یعنی 254 دن
یکم جنوری 572 م تا 31 دسمبر 600 م تک کل دن یعنی $7 + 29 * 365 = 10582$ یعنی

10592 دن

یکم جنوری 601 م تا 31 دسمبر 700 م تک کل دن یعنی $24 + 100 * 365$ لیپ کے دن یعنی

36524 دن

یکم جنوری 701 م تا 31 دسمبر 800 م تک کل دن یعنی $25 + 100 * 365$ لیپ کے دن

(800 لیپ سال تھا) یعنی 36525 دن

یکم جنوری 801 م تا 31 دسمبر 900 م تک کل دن یعنی 365 ضرب 100 جمع 24 لیپ کے دن

یعنی 36524 دن

یکم جنوری 901 م تا 31 دسمبر 1000 م تک کل دن یعنی 365 ضرب 100 جمع 24 لیپ کے

دن یعنی 36524 دن

یکم جنوری 1001 م تا 31 دسمبر 1100 م تک کل دن یعنی 365 ضرب 100 جمع 24 لیپ کے

دن یعنی 36524 دن

یکم جنوری 1101 م تا 31 دسمبر 1200 م تک کل دن یعنی 365 ضرب 100 جمع 25 لیپ کیدن

(1200 لیپ سال تھا) یعنی 36525 دن

یکم جنوری 1201 م تا 31 دسمبر 1300 م تک کل دن یعنی 365 ضرب 100 جمع 24 لیپ کے دن

یعنی 36524 دن

یکم جنوری 1301 م تا 31 دسمبر 1400 م تک کل دن یعنی 365 ضرب 100 جمع 24 لیپ کے دن

یعنی 36524 دن

یکم جنوری 1401 م تا 31 دسمبر 1500 م تک کل دن یعنی 365 ضرب 100 جمع 24 لیپ کے دن

یعنی 36524 دن

یکم جنوری 1501 م تا 31 دسمبر 1600 م تک کل دن یعنی 365 ضرب 100 جمع 25 لیپ کے دن

(1600 لیپ تھا) 36525 دن

یکم جنوری 1601 م تا 31 دسمبر 1700 م تک کل دن یعنی 365 ضرب 100 جمع 24 لیپ کے دن

یعنی 36524 دن

یکم جنوری 1701ء تا 31 دسمبر 1800ء مکمل دن یعنی 365 ضرب 100 جمع 24 لیپ کے

دن یعنی 36524 دن

یکم جنوری 1801ء تا 31 دسمبر 1900ء مکمل دن یعنی 365 ضرب 100 جمع 24 لیپ کے دن

یعنی 36524 دن

یکم جنوری 1901ء تا 31 دسمبر 2000ء مکمل دن 365 ضرب 100 جمع 25 لیپ کے دن

(2000 لیپ تھا) یعنی 36525 دن

یکم جنوری 2001ء تا 31 دسمبر 2009ء مکمل دن 365 ضرب 9 جمع 2 لیپ کے دن یعنی

3287 دن

پس ثابت ہوا کہ 22 اپریل 571ء تا 7 دسمبر 2010ء تک کل دن 525813 دن بنتے ہیں

چونکہ 9 ربیع الاول 53 ق ھ سے یکم محرم الحرام 1432 ھ تک بننے والے دن بحساب قمری تقویم

بھی 525813 ہی بنتے ہیں تو ثابت ہوا کہ 22 اپریل 571ء بمطابق 9 ربیع الاول 53 ق ھ

رسول اللہ ﷺ کی تاریخ پیدائش ہے

اب اس تاریخ پیدائش کا دن معلوم کرنے کے لیے انہی دنوں کو ہفتوں میں تقسیم کریں

یعنی 525813 تقسیم 7 یعنی 75116 ہفتے اور 1 (ایک) دن

تو سات دسمبر 2010ء کو دن تھا منگل

لہذا منگل سے ایک دن پیچھے جائیں تو کونسا دن بنتا ہے یعنی سوار کا

لیجئے جناب رسول اللہ ﷺ کی تاریخ پیدائش اور یوم پیدائش کا آسان سا طریقہ تحقیق جسکے ذریعہ

سے آپ شمسی یا قمری تقویم میں سے جس تقویم کو چاہیں اپنا صحیح دن اور تاریخ معلوم کر سکتے ہیں

اور ہماری اس تحقیق کا خلاصہ نکالا کہ: رسول اللہ ﷺ سوموار کے دن 9 ربیع الاول 53 سال قبل از

ہجرت بمطابق 22 اپریل 571ء میلادی کو اس دنیا میں تشریف لائے۔

اک شمع قرآنی گل ہوئی.....!

تحریر:..... قاری عنایت اللہ ربانی کاشمیری

پاکستان بننے سے پہلے ہی جامع مسجد ٹاہلی والی اہل حدیث کے نزدیک رہنے والے بزرگ میاں معراج دین صاحب کو اللہ نے پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں عطاء کیں۔ خوش بختی کہ ان میاں صاحب کے تین بیٹے حافظ قرآن بن گئے میاں صاحب کے تیسرے بیٹے آج اس مضمون میں ہمارے ممدوح ہیں۔ گوجرانوالہ کے باشعوران کو قاری محمد شریف رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

پیدائش:

۱۹۴۸ء میں پیدا ہوئے بڑے بھائی فرماتے ہیں کہ جس کمرہ میں پیدا ہوئے اسی کمرہ میں وفات پائی۔
تعلیم:

سرخیل علماء حضرت العلامة شیخ الحدیث والنفیر مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ جامعہ محمدیہ چوک اہل حدیث گوجرانوالہ میں ایک استاذ قاری انوار صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو لے کر آئے۔ ان کے پاس قاری محمد شریف رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم مکمل کی۔ اسی اثناء میں قاری انوار صاحب کسی معاملہ میں کراچی تشریف لے گئے تو اس باسعادت شاگرد نے دو ماہ تک اپنے استاذ کی مسند پر بیٹھ کر اپنی لیاقت کا ثبوت دیا۔ انہی ایام میں مجاہد ختم نبوت اسلام کی نشانی بقیۃ السلف عمدة الخلف حضرت مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری رحمۃ اللہ علیہ کو بورے والا میں اپنے مدرسہ کے لیے استاذ کی ضرورت پڑی۔ حضرت سلفی رحمۃ اللہ علیہ سے رابطہ فرمایا حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر انتخاب قاری محمد شریف رحمۃ اللہ علیہ پر پڑی دعاؤں کے ساتھ روانہ کیا۔ دو سال تک وہاں پڑھایا پھر حضرت سلفی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں دل نہ لگنے کی

عرضداشت پیش کی۔ حضرت نے فرمایا تم آ جاؤ میں کسی اور کو بھیج دیتا ہوں۔
گوجرانوالہ آمد:

اور پھر جب قاری صاحب گوجرانوالہ واپس آئے تو اولاً جامع مسجد مسلم اہل حدیث نوشہرہ روڈ میں دس سال پڑھایا پھر ٹاہلی والی مسجد میں تشریف لے آئے اور انتیس سال تک یہاں پڑھایا۔
اولاد:

قاری صاحب رحمہ اللہ کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں دو بیٹے حافظ قرآن ہیں اور ایک بیٹا انگلینڈ میں زیر تعلیم ہے۔
شرافت و دینداری:

قاری صاحب رحمہ اللہ کے چھوٹے بھائی حافظ محمد شفیق صاحب فرماتے ہیں کہ قاری صاحب ذاتی طور پر شریعت پسند اور شریعت پابند درویش انسان تھے۔ بعض میں درویشی ہوتی ہے لیکن شریعت نہیں۔ لیکن قاری صاحب رحمہ اللہ نے تو بچپن سے ہی لڑائی تو دور کی بات ہے کبھی کسی کو گالی بھی نہیں دی۔ قاری صاحب رحمہ اللہ کی دلی خواہش تھی کہ اپنے ہاتھوں سے مزدوری کر کے بے لوث دین کی خدمت کروں۔ صرف تنخواہوں سے ہی گھر کا کام نہ چلاؤں۔ گھر میں سرف اور تیل بناتے تھے اپنے بھائی سے بھی کاروبار میں کچھ پارٹنرشپ تھی۔ قاری صاحب رحمہ اللہ کی ذاتی نیکی کی دلیل یہ بھی ہے کہ اکثر و بیشتر ہم مسلک ہی نہیں غیر مسلک لوگوں کی بھی خواہش ہوتی تھی کہ ہمارا جنازہ قاری صاحب ہی پڑھائیں۔ سلام دعاء میں امیر غریب چھوٹے بڑے کا امتیاز نہ ہوتا۔ ہر سال تقریباً پچاس سے زیادہ شاگرد مصلیٰ سنانے کے لیے کھڑے ہوتے۔ عید کے موقع پر مسجد میں ہونے کی وجہ سے بھوکے رہ جاتے لیکن انظہار نہ کرتے۔

بھتیجے صدیق الرحمن کہتے ہیں کہ قاری صاحب نے ساری زندگی قناعت سے کام لیا کبھی بے صبری کا مظاہرہ نہیں کیا پوری زندگی دست سوال دراز نہیں کیا۔ کئی دفعہ تھوڑا سا وظیفہ جس پر گزارہ نہ

ہوتا تو کہتے کہ مسجد میں ڈیوٹی کی وجہ سے وقت نہیں ہے۔ وقت ہو تو منڈی جاؤں سبزی کی پھری لگا کر کچھ لے آیا کروں۔ مسجد کی انتظامیہ سے کبھی تنخواہ میں اضافہ کا مطالبہ نہیں کیا۔ اگر کبھی پندرہ، بیس دن یا مہینہ بھی کسی وجہ سے تنخواہ لیٹ ہو جاتی ہے تو تقاضہ نہیں کرتے تھے۔

طبیعت میں استغناء:

کبھی دوست و احباب یا رشتہ داروں کے ہاں جاتے تو وہ کھانے پینے کے بارے میں اصرار کرتے تو کھانے سے گریز ہی کرتے بعد اصرار کے بعد پھر چارو ناچار کہتے کہ چلو آدھا گلاس دودھ ہی دے دو۔ یعنی کہ دودھ پسند کرتے، شوق سے پیتے۔ شادی بیاہ میں بھی بہت تھوڑی ہی غذا لیتے۔ محترم محمد شاہد ممتاز صاحب جو کہ مسجد کے جنرل سیکرٹری ہیں انہوں نے بتایا کہ کئی دفعہ دیکھا کہ سڑک یا گلی میں چلتے ہوئے تو درمیان میں کبھی نہ چلتے بلکہ انتہائی بائیں طرف ہو کر چلتے۔ مزید بتایا کہ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نکاح رجسٹر ابھی تھے نکاح بھی پڑھاتے تھے کئی دفعہ لوگ فیس دینا ہی بھول جاتے اپنے جیب سے جا کر فارم کی فیس ادا کر دیتے۔ کبھی کسی سے فیس نہیں مانگتے تھے۔

کہتے ہیں ایک شاگرد اپنے بیوی بچوں سمیت ملاقات کے لیے آیا تو مکان کی حالت دیکھ کر اس نے ایک لاکھ روپے دیئے کہ اوپر مکان بنالیں اصرار کے باوجود قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پیسے نہیں لئے جب اس نے ضرور ہی دینا چاہے تو کہا جب بناؤں گا تو پھر لوں گا۔ فوت ہونے سے تھوڑے دن پہلے ایک شاگرد بیس ہزار لے کر آیا بہت کوشش سے دینا چاہا لیکن قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لینے سے انکار کر دیا کہ تمہیں قرآن اس لئے نہیں پڑھایا تھا کہ پیسے لیتا رہوں۔

میرے ایک شاگرد قاری اسامہ شبیر نے مجھے بتایا کہ میرے تایا جان نعیم صاحب کہتے ہیں اگر کبھی قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ملنے جاتے گھر یا مسجد میں نہ ہوتے تو اپنی والدہ کی قبر پر موجود ہوتے۔ قبرستان کثرت سے جایا کرتے تھے کبھی کسی نے بازار میں فضول کہیں نہ دیکھا ہوگا۔ وفات سے چند ماہ قبل نو طلبہ حفاظ فارغ ہوئے انہوں نے پروگرام بنایا کہ ہم نے پیسے اکٹھے کر کے دستار بندی، تقسیم اسناد کا پروگرام بہتر کرنا ہے لیکن صرف ایک لڑکا پیسے لا سکا قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے

پاس سے چھ ہزار روپے لے لو اور بچوں کا پروگرام بہترین ہونا چاہیے۔

علماء قراء اور حفاظ کی توقیر: کبھی کوئی شاگرد یا علماء میں سے کوئی آجاتا تو اسے نماز کی امامت کا موقع دیتے میں نے بھی ایک دفعہ ملاحظہ کیا کہ میں مولانا نعیم بٹ رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے گیا نماز کا وقت تھا ایک بزرگ عالم دین بھی تشریف لائے تھے تو نماز کی امامت کے لیے ان کو کھڑا کیا بالخصوص خدام قرآن کو بڑی عزت دیتے خصوصاً قاری المقری استاذی المکرم محمد ادریس عاصم رحمۃ اللہ علیہ کی فن تجوید کے فروغ میں لازوال کردار کی بڑی ہی تعریف فرمایا کرتے تھے۔

جنازہ: حدنگاہ لوگوں کا ٹھانھیں مارتا سمندر تھا لوگوں کی آپہں، سسکیاں بلند ہو رہی تھیں لوگ چارپائی کی طرف بڑھتے ہی چلے جا رہے تھے بھاگ بھاگ کر کندھا دے رہے تھے۔ جنازہ گاہ میں مولانا عثمان اسماعیل سلفی صاحب جو مکرم مسجد میں شعبہ علوم اسلامیہ میں استاذ ہیں اور ٹاہلی والی مسجد کے خطیب ہیں۔ انہوں نے سلفی خاندان کے چشم و چراغ مکرم مسجد کے خطیب اور جامعہ اسلامیہ سلفیہ ماڈل ٹاؤن کے مدیر حافظ اسعد محمود سلفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو نماز جنازہ پڑھانے کی دعوت دی۔ تو حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ شدت غم کی وجہ سے، انتہائی کرب اور غم ناک ماحول میں لرزتی ہوئی آواز میں جم غفیر سے مخاطب ہوئے: لوگو! دنیا کی عزت بنانے کے لیے جتن کرنے والو، جائز و ناجائز، حلال و حرام کی تمیز کیے بغیر دولت اکٹھی کرنے والو! آؤ آج درویش منش اور شریف النفس قاری قرآن دین دار انسان کا جنازہ دیکھو کہ اس شخص نے صرف مسجد کی چٹائیوں پر بیٹھ کر ساری عمر قرآن ہی پڑھایا ہے اللہ نے اس کی محنت کی قدر کرتے ہوئے اس دنیا میں بھی عزتوں سے سرفراز فرمایا ہے اور آخرت میں بھی اللہ اس کو اعلیٰ علیین میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائیں گے۔ ان شاء اللہ۔ دنیا بھی قرآن والوں میں گزری اور حشر بھی قرآن والوں کے ساتھ ہوگا۔ ان شاء اللہ۔

اللہ ہمیں بھی قرآن سے محبت والی زندگی عطاء فرمائے اور موت ایمان کی اچھی حالت میں نصیب فرمائے۔ آمین! قارئین کرام قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اور راقم کو اپنی نیک دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں۔



آمد رسول اللہ ﷺ

کی خوشی صحابہؓ نے کیسے منائی؟

تحریر.....: آصف الرحمن وزیر آبادی

جہالت کی گھٹا ٹوپ اندھیروں میں جب رسالت مآب ﷺ کا نور چمکا تو ہر چیز روشن ہو گئی۔ ایوان کسریٰ کے کنگرے گر گئے۔ مجوس کا آتش کدہ ٹھنڈا ہو گیا اور گرے بے منہدم ہو گئے۔ آپ ﷺ کی والدہ محترمہ کا بیان ہے کہ ”جب آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو میرے جسم سے ایک نور نکلا جس سے ملک شام کے محل روشن ہو گئے“ یہ ۹ ربیع الاول عام الفیل دن سوار بمطابق ۲۲ یا ۲۰ اپریل ۱۷ھ کی تاریخ تھی۔

ولادت کے بعد آپ ﷺ کی والدہ نے عبدالمطلب کے پاس پوتے کی خوشخبری بھجوائی۔ وہ شاداں و فرحاں تشریف لائے اور آپ ﷺ کو خانہ کعبہ میں لے جا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اسکا شکر ادا کیا اور آپ ﷺ کا نام محمد ﷺ تجویز کیا۔ یہ نام عرب میں غیر معروف تھا۔

تاریخ صفری (۶۲/۱) رحمة للعالمین (۳۸/۱) ابن سعد (۶۳/۱) فقه السيرة از محمد غزالی (ص ۴۶)

رسول اللہ ﷺ اپنی پیدائش کی خوشی میں روزہ رکھا کرتے تھے۔ حضرت ابوقحادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ سے موسوار کے روزے کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ”یہ وہ دن ہے جس دن میں پیدا ہوا اور یہی وہ دن ہے جس میں مجھ پر وحی کا نزول ہوا“

مسلم، الصیام، باب استحباب صیام ثلاثة..... (۱۹۸) (۱۱۶۲)

نوٹ: حضرات یہاں ایک بات ذہن نشین کر لیں نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت اور آمد کی خوشی، مومن کے ایمان کا حصہ ہے لیکن خوشی کے منانے کا انداز اور طریقہ وہی جو اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ نے کیا۔ آمد رسول ﷺ پر مروجہ عید میلاد النبی منانا، نبی ﷺ صحابہ، تابعین اور سلف صالحین سے قطعاً

ثابت نہیں یہ تو سب سے پہلے (عیسائیوں کی دیکھی دیکھا جو وہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے دن کرسمس ڈے مناتے ہیں اور اسے عید کا تہوار سمجھتے ہیں) مصر کی فاطمیوں نے شروع کی۔

رسائل ابن زید الحموی (ص ۱۹۸)

علامہ الفتی جو عصر قریب کے نامور محدث اور محقق تھے فرماتے ہیں ”وہ حضرات جنہوں نے عید میلاد النبی کو اسلام میں ایجاد کیا عبیدی (فاطمی) تھے جن کے زندگی ہونے پر تمام امت کا اجماع ہے یہ لوگ کفر میں یہود و نصاریٰ سے بھی بڑھے ہوئے تھے اور مسلمانوں کیلئے وبال تھے۔

تعلیق علی اقتضاء الصراط المستقیم (ص ۲۹۶)

البتہ اربل (عراق) کے گورنر ابوسعید کو کبوری نے ساتویں صدی میں اس بدعت کا عراق میں دوبارہ احیاء کیا۔ بظاہر اسے ایک مذہبی تقریب کا رنگ دیا گیا لیکن درحقیقت اس کے پیچھے بھی سیاسی استحکام کا داعیہ تھا، کو کبوری وہ پہلا شخص ہے جس نے اہل سنت میں سے سرکاری بل بوتے پر اس بدعت کا احیاء کیا اور بے تحاشہ سرکاری سرمایہ برباد کیا۔ ابوسعید کو کبوری کا اس مشن میں کیا طریقہ کار اور انداز فکر تھا۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں۔

”وہ محفل میں بھنگڑا، میراثی راگ و رنگ اور ناچنے والوں کو جمع کرتا اور راگ سنتا اور گانا باجا سن کر خود بھی ناچا کرتا تھا“

البداية والنهاية (۱۳/۱۳۷)

یہ موجودہ مروجہ عید میلاد النبی یعنی آمد مصطفیٰ کی خوشی میں لوگ ہر وہ کام کر گزرتے ہیں جن سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کائنات کیلئے مجسمہ رحمت بن کر آنے کے باوجود اس میں مروجہ عید میلاد النبی کو عید اور مروجہ طریقے سے منانے کو درست کیوں نہیں سمجھنا۔ اس لیے کہ

① نبی کریم ﷺ کی صحیح تاریخ ولادت باسعادت ۱۲ ربیع الاول نہیں بلکہ صحیح روایت کی رو سے آپ کی پیدائش کا دن سوموار اور ۹ ربیع الاول ہے اور مروجہ عید لوگ ۱۲ ربیع الاول کو مناتے ہیں حالانکہ یہ بات متفقہ ہے کہ جس دن آپ ﷺ کی روح پرواز کر گئی تھی اس دن ۱۲ ربیع الاول تھا۔

الرحیق المختوم (ص ۶۳۰)

② کیونکہ یہ دن آپ ﷺ کی زندگی میں ”۶۳“ مرتبہ آیا مگر آپ ﷺ نے اس طرح کوئی جشن و جلوس

عید میلاد النبی ﷺ منایا ہے نہ نکالا ہے۔

آپ ﷺ کے دادا کی عمر میں یہ دن ”۸“ آٹھ مرتبہ آیا

آپ ﷺ کی والدہ کی زندگی میں یہ دن ”۶“ چھ مرتبہ آیا

آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں یہ دن ”۵۵“ پچپن مرتبہ آیا

آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زندگی میں یہ دن ”۸۵“ پچاس مرتبہ آیا

آپ ﷺ کے چچا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی زندگی میں یہ دن ”۳۴“ چونتیس مرتبہ آیا

آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں شادی کے بعد یہ دن ”۲۵“ پچیس مرتبہ آیا

آپ ﷺ کی دیگر ازواج میں سے

آپ ﷺ کی بہت پیاری زوجہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں یہ دن ”۵۹“ انسٹھ مرتبہ آیا

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں یہ دن ”۴۲“ بیالیس مرتبہ آیا

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی زندگی میں یہ دن ”۱۷“ ستر مرتبہ آیا

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں یہ دن ”۵۸“ اٹھاون مرتبہ آیا

آپ ﷺ کی بیٹیوں میں

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی زندگی میں یہ دن ”۳۰“ تیس مرتبہ آیا

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں یہ دن ”۲۲“ بائیس مرتبہ آیا

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی زندگی میں یہ دن ”۲۵“ پچیس مرتبہ آیا

آپ ﷺ کے نو اسوں اور جنت کے نوجوانوں کے سرداروں کی زندگی میں

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی زندگی میں یہ دن ”۵۶“ چھپن مرتبہ آیا

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی زندگی میں یہ دن ”۵۷“ ستاون مرتبہ آیا

آپ ﷺ کے جانشین خلفائے اربعہ کی زندگیوں میں

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زندگی میں یہ دن ایمان لانے کے بعد ”۲۵“ پچیس مرتبہ آیا

سیدنا عمر فاروق (فاروق اعظم) رضی اللہ عنہ کی زندگی میں یہ دن ایمان لانے کے بعد ”۲۹“ انتیس مرتبہ آیا

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں یہ دن ایمان لانے کے بعد ”۵۳“ ترین مرتبہ آیا
قارئین کرام!

جن خواتین و حضرات کے بارے میں، میں تاریخی اعتبار سے یہ بتا چکا ہوں کہ ان کی زندگیوں میں یہ
دن کتنی کتنی مرتبہ آیا ہے۔ ان تمام خواتین و حضرات نے اپنی زندگی میں ایک مرتبہ بھی نہ یہ عید منائی ہے
اور نہ ہی جلوس عید نکالا ہے۔

مدینہ میں آمد مصطفیٰ ﷺ کی خوشی

نبی کریم ﷺ کچھ دن مدینہ سے کچھ فاصلے پر قبا پر ٹھہرے اور پھر مدینہ کی روانگی ہوئی۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول کریم ﷺ نے (قبا کے محلہ) بنو عمرو بن عوف میں قیام
کے بعد بنونجار کے سرداروں کی طرف مدینہ میں تشریف لے جانے کا پیغام بھیجا۔ وہ خوشی سے تلواریں
لٹکائے دوڑتے آئے۔ وہ منظر آج بھی میری نگاہوں کے سامنے اس طرح آ رہا ہے گویا کہ میں اللہ کے
رسول ﷺ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ ﷺ اپنی سواری پر سوار ہیں۔ جناب ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے
پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں اور بنونجار کے رؤسا تلواریں لہراتے ہوئے آپ ﷺ کے گرد حلقہ بنائے ہوئے
ہیں۔

صحیح بخاری، مناقب الأنصار، باب هجرة النبي ﷺ وأصحابه الى المدينة (۳۹۱۱)
صحیح روایت کے مطابق مرد، خواتین، لڑکے اور خدمت گزار گھروں کی چھتوں پر اور راستوں میں
کھڑے ہو کر استقبال کر رہے تھے۔

ابن حبان (۶۲۸۱) و احمد (۳، ۲/۱) (۳) اسنادہ صحیح۔

جب آمد مصطفیٰ ﷺ ہوئی تو اس دن سوموار کا دن اور ربیع الاول کا مہینہ تھا۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ کے رسول ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ مدینہ تشریف لائے
تو تقریباً پانچ سو انصاریوں نے آپ ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کا استقبال کیا اور انصار یہ جملہ بول رہے تھے
(إِنَّا نَطْلِقُكَ آمَنِينَ مَطَاعِينَ لِكَخَارِي (۳۹۰۶) والمطالب العالية (۵۲۹/۹) (۶۱۹۴)
”آپ دونوں بے خوف و خطر ہو کر تشریف لائیں آپ کی اطاعت کی جائے گی“

نبی کریم ﷺ کی خوشی پر حبشیوں کا کھیل

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ کی تشریف آوری کی خوشی میں حبشہ کے لوگوں نے اپنے نیزوں کے ساتھ کھیل پیش کیا“

ابو داؤد، الأدب، باب فی الغناء (۴۹۲۳) اسنادہ صحیح

حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ:

”جس روز اللہ کے رسول ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ مدینہ میں داخل ہوئے میں نے اس دن سے بڑھ کر زندگی بھر کبھی کوئی ایسا دن نہیں دیکھا جو اس سے بڑھ کر رنگین اور حسین ہو“

مسند احمد (۱۲۲/۳) (۱۲۲۵۹) والترمذی (۳۶۰۸) والحاکم (۴۲۸۱) (۱۲/۳) اسنادہ صحیح
ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی معزز آدمی کی آمد پر خوشی کے اظہار کیلئے کوئی جشن، پارٹی یا کھیل کا پروگرام کر لیا جائے تو درست ہے بشرطیکہ اس میں کوئی خلاف شرع افعال کا ارتکاب نہ ہو اور محفل لغو یا ت سے پاک ہو۔

آمد رسول ﷺ پر بچیاں بول پڑیں

مدینہ میں آپ ﷺ کے قدم رنجہ فرماتے ہی اس کا نام یثرب سے مدینہ پڑ گیا۔ یہ نہایت تابناک تاریخی دن تھا گلی کو بچے تقدیس و تحمید کے کلمات سے گونج رہے تھے اور انصار کی بچیاں خوشی و مسرت سے ان اشعار کے نغمے بکھیر رہی تھیں۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ

”ہم پر کوہ وداع کی گھائیوں سے چودھویں کا چاند چڑھ آیا“

وَجَبَّ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلَّهِ دَاعِ

”ہم پر اللہ کا شکر واجب ہے جب تک دعا مانگے والے دعا مانگیں“

أَيُّهَا الْمَبْعُوثُ فِينَا جِئْتَ بِالْأَمْرِ الْمَطَاعِ

”ہے اطاعت فرض تیرے حکم کی بھیجنے والا ہے تیرا کبریا“

زاد المعاد (۱۰/۳)

خوشی میں مومن کا کردار

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((عَجِبْتُ مِنْ قَضَاءِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ لِلْمُؤْمِنِ اِنْ اَصَابَهُ خَيْرٌ حَمِدَ رَبَّهُ وَشَكَرَ
وَإِنْ اَصَابَتْهُ مُصِيبَةٌ حَمِدَ رَبَّهُ وَصَبَرَ، الْمُؤْمِنُ يُوجِرُ فِي كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى فِي
الْقَمَةِ يَرْفَعُهَا إِلَى فِي امْرَأَتِهِ))

”میں مومنوں کے بارے میں اللہ کے فیصلے پر تعجب زدہ ہوا کہ اگر مومن کو بھلائی (خوشی
وغیر) پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کی حمد اور شکر کرتا ہے اور اگر مصیبت پہنچتی ہے تو اپنے رب کی
حمد اور صبر کرتا ہے (پھر فرمایا) مومن کو ہر چیز کے بدلے اجر دیا جاتا ہے حتیٰ کہ اپنی بیوی کے
منہ میں آجانے والے لقمہ کا بھی“

مسند احمد (۱/۱۷۳) وقال احمد شاکر اسنادہ صحیح (۳/۴۹) (۱۴۸۷)

صحیح مسلم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

((إِنْ اَصَابَتْهُ سَرَاءٌ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ وَإِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَاءٌ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا
لَّهُ))

”اگر مومن کو خوشی پہنچتی ہے تو وہ اللہ کا شکر کرتا ہے اور یہ اس کے حق میں بہتر ہے اور اگر اسے
تکلیف پہنچتی ہے تو وہ صبر کرتا ہے اور یہ بھی اس کے حق میں بہتر ہے“



عزت کیسے ملے گی.....؟

سوچئے...!

تحریر.....: چودہری طلحہ زید حاصل پوری

آج سے کئی صدیاں پہلے جب پوری دنیا میں کفر غالب تھا، پوری دنیا میں خدائے واحد کا نام لینے والا موجود نہ رہا تھا تو اس وقت بتوں کی پوجا ہی نہیں بلکہ چاند، ستاروں، سورج اور آگ کی پوجا ہو رہی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے پہلے نبیوں کی طرح حضرت محمد ﷺ کو اس دنیا میں مبعوث فرمایا تاکہ آپ ﷺ لوگوں کی رہنمائی کریں۔ ایسا عظیم نبی جس کی پوری زندگی پورے عالم اسلام کے لیے ایک نمونہ ہے۔ ہر شخص اس نور ہدایت سے منور ہو سکتا ہے اپنی زندگی کو بدل سکتا ہے اور جو ایمان لے آئے پھر ان لوگوں نے اپنی جان سے بھی دریغ نہ کیا، ایسے ایسے لوگ ایمان لائے کہ جنہوں نے پوری زندگی شکست کا منہ نہیں دیکھا جن میں سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا نام سرفہرست ہے۔ جن کا تعلق بنو مخزوم سے تھا ان کا نام خالد، ابوسلیمان کنیت، سیف اللہ لقب تھا۔ ایسے جرنیل ہیں کہ انہیں کبھی شکست نہیں ہوئی۔

اسی طرح سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں جو جنگ لڑتے رہے حتیٰ کہ جسم پر نوے زخم لگے اور شہید ہو گئے۔ اسی طرح ہر صحابی نے نبی ﷺ پر جان لوٹا دی آخر اس کی کیا وجہ تھی؟ کہ لوگوں کے اندر ایمان اس قدر موجود تھا کیونکہ انہوں نے دین اسلام کو سمجھا پھر عمل کیا۔ آج ہم ہیں کہ نہ دین سے لگاؤ، نہ قرآن پڑھتے ہیں نہ سمجھتے ہیں کیا خوب کہا تھا اقبال نے۔؟

وہ معزز تھے زمانے میں مسلمان ہو کر

ہم رسوا ہوئے تارک قرآن ہو کر

کہ ہم نے قرآن وحدیث کو چھوڑ دیا اور آج رسوا ہو رہے ہیں طرح طرح کی مصیبتوں، آفات



پریشانیوں کا سامنا کر رہے ہیں ہماری زندگی دکھوں اور مصیبتوں میں ہی کیوں اٹک کر رہ گئی ہے؟ کبھی ہم نے سوچا تک نہیں کہ ہم آئے دن مہنگائی کی دلدل میں پھنسے جا رہے ہیں، ہماری معیشت تنہا ہوتی جا رہی ہے کیونکہ فرمان الہی ہے: تم میری طرف پلٹو گے میں تمہیں عمدہ رزق عطاء کروں گا جو تم سوچ بھی نہیں سکتے وہاں سے عطاء کروں گا۔ اور اگر تم ہمارے حکم سے روح گردانی کرو گے تو ہم تمہیں تنگ کر دیں گے، تمہاری معیشت کو تنہا کر دیں گے۔ اسی وجہ سے آج ہمیں رمضان کے مقدس مہینے میں بھی سکون نصیب نہیں۔ اللہ فرماتے ہیں رمضان کے مہینے میں رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور ہم پر عذاب الہی مسلط ہو رہے ہیں، ہم کتنے بے حس ہو چکے ہیں، ہم کو آئے دن قدرتی آفات کا سامنا کرنا پڑتا ہے کبھی بارش کبھی سیلاب، کبھی زلزلے۔ اس کی ایک یہ بھی وجہ ہے کہ ہم نے قرآن وحدیث کو چھوڑ دیا ہے۔ الگ الگ مسلک میں بٹ گئے ہیں۔ ہمارے اندر وہ جذبہ، بھائی چارہ، بھلائی، خدمت خلق، پیار ومحبت ختم ہو گئی جب یہ ساری باتیں ذہن ہو جائیں تو پھر مشکلات آیا کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسی قوموں کو زمین بوس کر کے نئی مخلوق پیدا کر دیتا ہے۔

قارئین کرام! میں التماس کروں گا کہ چھوڑیے ان سب فرقوں کو کہ یہ شیعہ ہے، یہ سنی، یہ وہابی، یہ دیوبندی دیکھائے تو یہ سب ایک باپ کی اولاد ہیں جب ہمارا سب مسلکوں کا قرآن ایک، حدیث ایک، رسول ایک اور پھر پیدا کر نیوالا، رزق دینے والا، حاجت روا، مشکل کشا ایک ہے جب پوری دنیا کے نظام کو چلانے اور کنٹرول کرنے والا ایک اللہ ہے تو پھر یہ لڑائی، جھگڑے، فساد اور مختلف مسلک کیوں ہیں؟ ہم جدا جدا کیوں ہیں؟ سب کو مل کر اس دنیا میں اسلام کو غالب کرنا ہوگا یہ فساد ختم کرنے ہوں گے، آپس میں بھائی چارہ، پیار ومحبت کو فروغ دینا ہوگا ہم اپنے بھائیوں سے مایوس نہیں ہو سکتے کیونکہ ہمارے پاس یہ سب مثالیں موجود ہیں کہ جب قائد اعظم اس وطن سے کچھ مایوس ہو کر واپس لندن چلے گئے تو پھر علامہ اقبال نے کیا خوب کہا:

نا امید نہ ہو ان سے اے رہبر فرزانه

کم کوشش تو ہیں لیکن بے ذوق نہیں راہی

پھر قائد ملت واپس آئے اور لوگوں کو حقیقت کے بارے آگاہ کیا جب یہ قوم اپنے مقصد کو لے کر اٹھی

تو پھر ہر ایک آنکھ نے دیکھا کہ وطن کی خاطر، دین کی خاطر، آزادی کی خاطر، ہزاروں نہیں لاکھوں جانیں پیش کر دیں۔ ان سب باتوں کے ساتھ ساتھ ہمیں رزق حلال حاصل کرنا چاہیے، ناپ تول میں ہرگز کمی نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اس کی وجہ سے کئی قوموں پر عذاب الہی مسلط ہوا ہے۔ جو کہ ہمارے لیے عبرت ہے۔ کیا خوب کہا اقبال نے:

اے طائرِ لاہوتی اس رزق سے موت اچھی

جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

اقبال نے انسان کو شاہین سے تشبیہ دی ہے کہ تیرا بہت اونچا مقام ہے رزق کی خاطر تو ذلیل نہیں ہو سکتا، بھوکا رہ کر مرنا گوارہ کر لے لیکن تیری پرواز میں، شان میں خلل نہ آئے۔ پھر ہی ہم عزت پاسکتے ہیں معاشرے میں، کہ ہمارے سارے کے سارے کام اسلام کے مطابق ہوں۔ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو ہمیشہ دوسروں کی بھلائی کے بارے میں درس دیتا ہے ہر ایک کے ساتھ میانہ روی سے پیش آیا جائے۔

قائد اعظم نے ۱۹۴۸ء میں سبی دربار سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اسلام محض رسوم و روایات اور روحانی نظریات کا نام نہیں ہے بلکہ یہ ایک ضابطہ حیات ہے جو ہر مسلمان کے لیے ہے تاکہ وہ اپنی روزمرہ زندگی اپنے افعال و اعمال اور سیاست و معاشیات میں اس پر عمل پیرا ہو سکے۔ اسلام میں سب انسان برابر ہیں صرف ایک خدا کا تصور اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ہے۔ مساوات، آزادی اور اخوت اسلام کی اساس ہیں۔ ان سب باتوں سے بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام کو حاصل کرنے اور عمل پیرا ہونے کی وجہ سے ہی ہم عزت حاصل کر سکتے ہیں۔ معاشرے میں اچھے انسان بن سکتے ہیں اور ہیرو بن سکتے ہیں اسلام کے بغیر ہم مکمل طور پر زیر و ہیں۔ اس لیے دنیا میں اسلامی نظام کو قائم کرنا چاہیے تمام تر قوانین اسلامی نظام کو مدنظر رکھ کر بنانے چاہیے۔ قائد اعظم بھی اسلامی نظام کو پوری طرح قابل عمل سمجھتے تھے اور قرآن پاک کو بنیاد مان کر ملکی نظام کو استوار کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس ۱۹۴۳ء میں کراچی میں فرمایا:

وہ کون سا رشتہ ہے جس سے وابستہ ہونے سے سارے مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں؟ وہ کون سی

چٹان ہے جس پر ملک کی عمارت کھڑی کی گئی ہے وہ کون سا لنگر ہے جس سے امت کی کشتی محفوظ کر دی گئی ہے، وہ رشتہ، وہ چٹان اور وہ لنگر خدائے بزرگ و برتر کی کتاب قرآن مجید ہے۔

یہ بات واضح ہے کہ ایک اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور اسلام کے اصولوں پر عمل کرنا ہم سب کے لیے انتہائی ضروری ہے پھر ہی ہم اپنے آپ کو مسلمان کہلوانے کا حق رکھتے ہیں اور دنیا و آخرت میں عزت اور بلند مقام حاصل کر سکتے ہیں۔ اسلام ہی کی وجہ سے قومیں ترقی کی منازل طے کرتی ہیں اور اسلام ہی کو چھوڑنے کی وجہ سے قومیں زوال کی طرف جاتی ہیں۔ اللہ کے ہاں بھی بلند ترین مقام والا انسان وہ ہے جو پرہیزگار ہے کسی عربی کو عجمی پر، گورے کو کالے پر، اعلیٰ کو ادنیٰ پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے صرف اور صرف تقویٰ اور پرہیزگاری اصل پہچان ہے۔ اللہ ہم سب کو اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے، ہمارے ملک اور ہم پر رحم فرمائے آمین!



تعارف سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما (محمد عمر شہر قیوری)

آپ ﷺ کا چوتھا نکاح حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما سے ہوا۔ یہ بیوہ ہو کر حضور ﷺ کے نکاح میں آئیں۔ ان کے پہلے خاوند خنیس بن حذیفہ سہمی رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے والد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اعزاز و اکرام کی وجہ سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے شادی کر لی۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ غزوہ احد سے پہلے ۳ ہجری میں شادی کی اور انھیں چار سو درہم مہر دیا۔ ۴۱ ہجری ماہ رمضان کے ابھی چند ہی دن گزرے تھے کہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا قضائے الہی سے وفات پا کر اپنے اللہ کو جا ملیں۔ یہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا، مروان نے جو اس وقت مدینہ کا گورنر تھا، نماز جنازہ پڑھائی اور کچھ دور تک جنازہ کو کندھا دیا۔ ان کے بھائی حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور بھتیجوں عاصم، سالم، عبد اللہ اور حمزہ نے قبر میں اتارا۔

خواتین کا روزہ

خواتین

قسط نمبر ۳

پر اسلام کی مہربانیاں

تحریر: محمد عظیم حاصلپوری

خواتین کے لیے جمعہ کی رخصت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((الْجُمُعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ فِي جَمَاعَةٍ إِلَّا أَرْبَعَةً عَبْدٌ مَمْلُوكٌ أَوْ امْرَأَةٌ أَوْ صَبِيٌّ أَوْ مَرِيضٌ))

”ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ جمعہ ادا کرے سوائے چار قسم کے لوگوں کے، غلام، عورت، بچہ اور مریض“

ابوداؤد، الجمعة، باب الجمعة للمملوك والمرأة (۱۰۲۷) صحیح

عورتیں مساجد میں جا کر باجماعت نماز ادا کر سکتی ہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَمْنَعُوا امَاءَ اللَّهِ مَسَاجِدَ اللَّهِ))

”اللہ کی بندویوں (خواتین) کو مسجدوں سے مت روکو“

ابوداؤد، الصلاة، باب ماجاء فی خروج النساء ای المسجد (۵۶۵)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم اپنی عورتوں کو نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں آنے سے منع نہ کرو اگرچہ ان کے گھر ان کے لیے بہتر ہیں۔“

ابوداؤد، الصلاة (۵۶۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا اسْتَأْذَنْكُمْ نِسَاءُكُمْ بِاللَّيْلِ إِلَى الْمَسَاجِدِ فَادْنُوا لِهِنَّ))



”اگر تمہاری عورتیں رات کو مسجد میں جانے کے لیے تم سے اجازت طلب کریں تو انہیں اجازت دے دو۔“

مسلم، المسجد، باب خروج النساء الى المساجد (۴۴۲) وبخاری (۸۶۵)
یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ عورت کو مسجد میں جانے کے لیے اپنے خاوند کی اجازت لے لینا چاہئے۔

عورتوں کے لیے گھروں میں نماز پڑھنا افضل ہے

اگرچہ خواتین کو مسجد میں جا کر نماز پڑھنے کی اجازت ہے تاہم گھر میں نماز پڑھنا عورت کے لیے افضل ہے، یہ سہولت دی گئی ہے کہ اگر مسجد میں تربیتی پروگرام یا اصلاحی ماحول ہو تو عورت گھروالوں کی اجازت سے باپردہ مسجد میں حاضر ہو سکتی ہے ورنہ گھر میں ہی رہے اور وہیں نماز کی ادائیگی کرے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَمْنَعُوا نِسَاءَكُمْ الْمَسَاجِدَ وَبُيُوتَهُمْ خَيْرٌ لَّهُنَّ))

”اپنی عورتوں کو مسجدوں سے مت روکو لیکن ان کے گھر ہی ان کے لیے بہتر ہیں۔“

صحیح ابوداؤد، الصلاة، باب ما جاء في خروج النساء الى المسجد (۵۳۰) وأحمد (۷۲/۲)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((خَيْرُ مَسَاجِدِ النِّسَاءِ قَعْدُ بُيُوتِهِنَّ))

”عورتوں کے لیے بہترین مساجد ان کے گھروں کی چار دیواری ہے۔“

مسند ترك حاكم (۲۰۹/۱) وابن خزيمة (۱۶۸۳)

ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((قَالَ خَيْرُ صَلَاةِ النِّسَاءِ فِي قَعْرِ بُيُوتِهِنَّ))

”عورتوں کی سب سے بہتر نماز وہ ہے جو گھر کے کونے میں ادا کی جائے۔“

مسند احمد (۲۶۶۲۶/۵) حسن المعجم الكبير (۱۹۶۶۱)

حائضہ عورت کو طواف و دواع کی رخصت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:

((أَمَرَ النَّاسُ أَنْ يَكُونَ آخِرُ عَهْدِهِمْ بِالْبَيْتِ إِلَّا أَنَّهُ خُفِّفَ عَنِ الْحَائِضِ))
 ”لوگوں کو حکم دیا گیا کہ (دورانِ حج) ان کا آخری وقت بیت اللہ میں گزرے مگر حائضہ عورت سے اس کی تخفیف کر دی گئی ہے۔“

صحیح بخاری، الحج، باب طواف الوداع (۱۷۵۵)

شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ حائضہ اور نفاس والی دونوں کی طرح عورتوں کے لیے یہ آسانی ہے۔
 فتاویٰ اسلامیہ (۱/۲۳۷)

حائضہ بوقت ضرورت مسجد میں داخل ہو سکتی ہے

نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ:

((نَاوِلِينِي الْخُمْرَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ))

”مجھے مسجد سے مصلیٰ پکڑاؤ“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا: میں تو حائضہ ہوں اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((إِنَّ حَيْضَتَكَ لَيْسَتْ فِي يَدِكَ))

”کہ تیرا حیض تیرے ہاتھ میں نہیں ہے۔“

مسلم، الحيض، باب جواز غسل الحائض رأساً و زوجها ترجله (۶۸۹)

مستحاضہ عورت مسجد میں قیام کر سکتی ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ”نبی کریم ﷺ کے ساتھ آپ کی بعض ازواج نے اعتکاف کیا حالانکہ وہ مستحاضہ تھیں اور انہیں خون آتا تھا.....“

بخاری، الحيض، باب اعتكاف المستحاضة (۳۰۹)

مسجد میں خواتین کا نمازے جنازہ میں شرکت کرنا

خواتین نمازے جنازہ میں شریک ہو سکتی ہیں لیکن جنازے کے پیچھے چل کے جانا ان کے لیے جائز

نہیں جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے مسجد میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی۔

مسلم، الجنائز، باب الصلاة على الجنازة في المسجد وابن ماجه (۲۲۵۴)

بی بی فوت شدہ ماں کے لیے حج کر سکتی ہے

اگر کسی شخص پر زندگی میں صاحب استطاعت ہونے کی وجہ سے یا نذرمان لینے کی وجہ سے حج فرض ہو لیکن وہ حج کرنے سے پہلے ہی فوت ہو جائے تو ورثاء اس کی طرف سے حج کر دیں تو اسے ثواب ملے گا جس کی حدیث میں کئی ایک مثالیں موجود ہیں مثلاً

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

ایک دفعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا میں نے اپنی والدہ پر ایک لوٹڈی صدقہ کی تھی لیکن وہ فوت ہو گئی (یعنی میری والدہ) راوی نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ تجھے اجر ضرور ملے گا اور اس نے وہ لوٹڈی تجھ پر میراث کی صورت میں لوٹا دی ہے۔ پھر اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میری والدہ کے ذمے ایک ماہ کے روزے تھے کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ تو اس کی طرف سے روزے رکھ لے، پھر اس نے کہا:

((إِنَّهَا لَمْ تَحْجَّ قَطُّ أَفَأَحْجُ عَنْهَا قَالَ حُجِّي عَنْهَا))

”کہ اس نے کبھی حج نہیں کیا، کیا میں اس کی طرف سے حج کر لوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو

اس کی طرف سے حج کر لے۔“

مسلم، الصیام، باب قضاء الصیام عن المیت (۱۱۴۹) وابوداؤد (۲۸۷۷) والترمذی (۶۶۷) وابن ماجه (۱۷۵۹)

عورت مرد کی عیادت کر سکتی ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو میرے والد ابو بکر اور بلال رضی اللہ عنہما بیمار ہو گئے تو میں نے جا کر دونوں کی عیادت کی اور کہا اے ابا جان! آپ کی طبیعت کیسی

ہے؟ اور اے بلال! آپ کی طبیعت کا کیا حال ہے؟

بخاری، المرضی، باب عیادة النساء الرجال (۵۶۵۴)

عورت بھی مریض کو دم کر سکتی ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس بیماری میں جس میں آپ فوت ہوئے آپ ﷺ اپنے آپ کو معوذات پڑھ کر یعنی سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھ کر دم کرتے پھر میں آپ ﷺ کو انہیں (سورتوں) کے ساتھ دم کرتی۔

بخاری، الطب، باب فی المرأة ترقی الرجل (۵۷۵۱)

بیوی اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے

اگر بیوی مسنون غسل جانتی ہے تو وہ بھی اپنے شوہر (میت) کو غسل دے سکتی ہے یہاں ہمارا مقصود رخصت ہے فرض نہیں اگر کوئی اور غسل دے دے تو بھی درست ہے لیکن وہ صاحب علم وتقویٰ ہو تو بہتر ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں انہوں نے اپنے شوہر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو وفات کے بعد غسل دیا۔

موطا امام مالک، الجنائز، باب غسل المیت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

((لَوْ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِی مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا غَسَّلَ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نِسَاءَهُ))

”اگر مجھے اپنے اس معاملے کا پہلے علم ہو جاتا کہ جس کا مجھے تاخیر سے علم ہوا تو رسول اللہ ﷺ

کو صرف آپ ﷺ کی بیویاں ہی غسل دیتیں“

سنن أبی داؤد، الجنائز، باب فی ستر المیت عند غسله (۳۱۴۱) صحیح

خواتین کو جنازے میں شرکت کی رخصت

خواتین جنازوں میں نہ ہی جائیں تو بہتر ہے البتہ تذکیر آخرت کے لیے شریعت نے جنازے میں شمولیت کی رخصت دے رکھی ہے۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

((نَهَيْنَا عَنْ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا))

”ہمیں (عورتوں کو) جنازے کے ساتھ چلنے سے منع کیا گیا مگر سختی سے منع نہیں کیا گیا۔“

بخاری، الجنائز، باب اتباع النساء الجنائز (۱۲۷۸) ومسلم (۹۳۸)

خواتین قبرستان جاسکتی ہیں مگر.....!

خواتین قبرستان میں جاسکتی ہیں مگر کبھی کبھار اور وہ مانگنے کے لیے نہیں اہل قبور کے لیے دعا کرنے اور تذکیر آخرت کی خاطر کیوں کہ:

((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَعَنَ زَوَارَاتِ الْقُبُورِ))

”رسول اللہ ﷺ نے بہت زیادہ قبروں کی زیارت کرنے والی خواتین پر لعنت فرمائی ہے۔“

ترمذی، الجنائز، باب ما جاء في كراهية زيارة القبور للنساء (۱۰۵۶) حسن

کیا روزہ دار زوجین باہم بوس وکنار کر سکتے ہیں..؟

دوران روزہ اگر دونوں اپنے نفس پر ضبط کر سکتے ہیں تو بوس وکنار کی رخصت ہے ورنہ نہیں اور روزے کی حالت میں صرف بوس وکنار ہی کر سکتے ہیں جبکہ رات کو جماع کی اجازت ہے یہ صرف اسلام نے رخصت دی ہے جبکہ پہلے یہ سب منع تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

((إِنَّ كَانَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَيُقْبَلُ بَعْضُ أَرْوَاجِهِ وَهُوَ صَائِمٌ))

”رسول اللہ ﷺ روزہ کی حالت میں اپنی بعض بیویوں کا بوسہ لے لیا کرتے تھے۔“

بخاری، الصوم، باب القبلة للصائم (۱۹۲۸)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

”میرا دل چاہا اور میں روزے کی حالت میں (اپنی اہلیہ کا) بوسہ لے لیا، میں نے کہا اے اللہ کے رسول! میں نے آج بہت بڑا (برا) کام کر لیا ہے میں نے روزے کی حالت میں بوسہ لے لیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے بتاؤ اگر تم دوران روزہ کلی کر لو تو؟ میں نے کہا کلی میں

تو کوئی حرج نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: پھر کون سی چیز میں حرج ہے۔“

ابوداؤد، الصیام، باب القبلة للصائم (۲۳۸۵) صحیح

اس رخصت کو استعمال کرنے والوں کے لیے اس آنے والی حدیث کو بھی ذہن میں رکھنا چاہیے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:

ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا روزہ دار اپنی بیوی سے بغل گیر ہو سکتا ہے؟ تو

آپ ﷺ نے اسے رخصت دے دی۔ آپ ﷺ کے پاس ایک اور آدمی آیا اس نے بھی یہی سوال

کیا تو آپ ﷺ نے اسے منع کر دیا۔ (راوی کہتے ہیں کہ)

((فَإِذَا الَّذِي رَخَّصَ لَهُ شَيْخٌ وَالَّذِي نَهَاهُ شَابَّ))

”جسے آپ ﷺ نے رخصت دی تھی وہ بوڑھا آدمی تھا اور جسے آپ ﷺ نے منع کیا تھا وہ نوجوان

تھا۔“ ابوداؤد، الصیام، باب کراهية للشاب (۲۳۸۷) صحیح

روزہ دار عورت ہنڈیا وغیرہ کا ذائقہ چکھ سکتی ہے

روزہ دار ضرورت کے تحت کسی چیز کا ذائقہ چکھ سکتا ہے جیسا کہ گھروں میں بچن میں کام کرنے والی خواتین

لیکن یہ خیال رہے کہ نگل نہ۔ کیوں کہ یکل کی مانند ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

((وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا بَأْسَ أَنْ يَتَطَعَّمَ الْقِدْرَ أَوْ الشَّيْءَ))

”ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہنڈیا یا کسی چیز کا ذائقہ چکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔“

بخاری، الصوم، باب اغتسال الصوم، تعلیقاً (۱۹۳۰)

روزہ دار عورت سرمہ وغیرہ لگا سکتی ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اِكْتَحَلَ فِي رَمَضَانَ وَهُوَ صَائِمٌ))

”نبی کریم ﷺ نے ماہ رمضان میں روزے کی حالت میں سرمہ لگایا۔“

ابن ماجہ، الصیام، باب ما جاء في السواك والكحل للصائم (۱۶۷۸) صحیح

روزہ کی حالت میں عورتوں کا مہندی لگانا اور میک اپ کرنا

مفتی سعودی عرب شیخ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”چہرے کو خوبصورت کرنے والی اشیاء مثلاً صابن، تیل وغیرہ جن کا تعلق صرف ظاہری جلد کے ساتھ ہوتا ہے اور اسی طرح مہندی اور میک اپ وغیرہ (روزے کو کوئی نقصان نہیں دیتا) لیکن یہ ہے کہ اگر میک اپ کا استعمال چہرے کو نقصان دے تو استعمال کرنا ضروری نہیں۔“
مجموع الفتاویٰ (ابن باز ۳۴۹/۱)

حاملہ اور بچے کو دودھ پلانے والی کے لیے رخصت

حاملہ اور بچے کو دودھ پلانے والی اگر کمزوری محسوس کرتی ہے اور روزہ اس پر گراں گزرتا ہے تو وہ روزہ چھوڑ سکتی ہے لیکن دوبارہ اسے قضا دینی ہوگی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللَّهَ وَضَعَ عَنِ الْمَسَافِرِ الصَّوْمَ وَ شَطْرَ الصَّلَاةِ، وَعَلَى الْحُبْلَى وَالْمُرْضِعِ الصَّوْمَ))

”بے شک اللہ تعالیٰ نے مسافر سے روزہ اور نصف نماز، اور حاملہ اور دودھ پلانے والی خاتون سے (صرف) روزہ ساقط کر دیا ہے۔“

ابوداؤد، الصوم (۲۳۰۸) والترمذی (۷۱۵) صحیح

قضائی کے روزے رکھنے میں خواتین کے لیے آسانیاں

اس سلسلہ میں دو سہولتیں ہیں

۱..... رمضان میں کسی وجہ سے رہ جانے والے روزے آئندہ رمضان سے پہلے جب چاہو انکی قضا دی جاسکتی ہے اس میں کوئی قید اور شرط نہیں کہ بعد فوراً شوال میں یا کسی اور مہینے میں رکھے جائیں بلکہ بآسانی جب بھی رکھ لے درست ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ:

((كَانَ يَكُونُ عَلَى الصَّوْمِ مِنْ رَمَضَانَ فَمَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَقْضِيَ إِلَّا فِي شَعْبَانَ))

”میرے ذمے رمضان کے روزے ہوتے تو میں ماہ شعبان کے علاوہ (سارا سال) ان کی

قضا دینے کی طاقت نہ رکھتی۔“ بخاری، الصوم، باب متى يقضى قضاء رمضان (۱۹۵۰)

۲..... رمضان کی قضا پے درپے روزوں کے ساتھ دینی چاہیے یا الگ الگ بھی دی جاسکتی ہے تو اس معاملہ میں بھی سہولت ہے۔ دونوں طرح درست ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جو مفسر قرآن ہیں فرماتے ہیں یہ آیت عام ہے:

﴿فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ (البقرة: ۱۸۴)

تو رمضان کے روزوں کی قضائی الگ الگ روزے رکھ کر بھی دی جائے تو کوئی حرج نہیں کیوں کہ

آیت میں پے درپے روزے رکھنے کا حکم نہیں ہے۔ بخاری، الصوم، ایضاً تعلیقاً (۱۹۵۰)

دارقطنی میں ایک صحیح روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

”پہلے یہ آیت ﴿فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ نازل ہوئی کہ قضاء روزے دوسرے دنوں میں پے درپے

رکھے جائیں لیکن پھر پے درپے روزے رکھنے کا حکم ختم ہو گیا۔ دارقطنی (۱۹۲/۲) صحیح

حائضہ اور نفاس والی عورت کو روزہ چھوڑنے کی آسانی

ہر ماہ ایام مخصوصہ میں جاری ہونے والے خون کو حیض اور ایسی عورت کو حائضہ کہتے ہیں اور ولادت کے

بعد عموماً چالیس دن تک جو خون جاری ہوتا ہے اسے نفاس کہا جاتا ہے۔

ان دونوں صورتوں میں عورت کو حکم ہے کہ وہ نہ روزے رکھے اور نہ نماز پڑھے البتہ پاکی کے بعد عورت

نمازوں کی قضا نہیں دے گی لیکن روزوں کی قضا دے گی۔

جیسا کہ ایک لمبی حدیث میں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((الْيَسَّ إِذَا حَاضَتْ لَمْ تَصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ))

”کیا ایسا نہیں ہے کہ جب عورت حائضہ ہوتی ہے تو نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزے رکھتی ہے۔“

بخاری، الصوم، باب الحائض ترك الصوم والصلاة (۱۹۵۱)

اسی طرح عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمیں یہ (حیض) آتا تھا تو ہمیں روزے کی قضا کا حکم دیا جاتا تھا لیکن

نماز کی قضا کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔ مسلم، الحيض، باب وجوب قضاء الصوم (۳۳۵)

عورت

قسط نمبر ۲

تاریخ کے آئینہ میں

تحریر: پروفیسر محمد عرفان فاروق: ایم اے۔ اسلامیات۔ انگلش بی ایڈ۔ ایم فل: حاصل پور

عورت اور ہندوستانی تہذیب

ہندوؤں کے معاشرے میں عورت کا مقام کبھی بھی بلند نہ رہا ہے۔ حتیٰ کہ ان کی مذہبی بحث میں عورت کا تذکرہ نہایت حقارت سے کیا گیا ہے۔

انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس کا مقالہ نگار ہندوؤں کے افکار و نظریات عورت کے بارے میں یوں بیان کرتا ہے۔

”عورت کبھی آزاد نہیں ہو سکتی وہ میراث نہیں پاسکتی، شوہر کی وفات کے بعد اسے اپنے سب سے بڑے بیٹے کے ماتحت زندگی گزارنی ہوگی۔“

انسائیکلو پیڈیا آف ایتھکس اینڈ ریلیجن: (ولیم نمبر ۵: ص ۲۷۱)

دوسری معاصر اقوام کی طرح ہندوؤں میں مذہبی عصمت فروشی کو فروغ حاصل ہوا۔ مندروں میں سینکڑوں نوجوان دیوداسیاں پروہتوں اور یاتریوں کی تسکین ہوس ہوا کرتیں۔ پروہتوں نے لوگوں کو اس بات کا یقین دلا رکھا تھا کہ جو لوگ اپنی بیٹی کو دیوتا کی بھینٹ کرے گا سورگ (جنت) جائے گا۔

سید علی عباس جلال پوری، روایات تمدن قدیم: (ص ۲۳۷)

معاشی معاملات میں عورت کی حق تلفی جہاں تک ممکن تھی کہ جاتی تھی لیکن سب سے مشکل ترین کام یہ تھا کہ شوہر کی موت کے ساتھ ہی عورت کے پاس دوراستے تھے یا تو شوہر کے ساتھ ہی جل کر مر جائے یا ساری عمر دکھ بھگتے یہ رسم بد برہمنی دور تمدن سے شروع ہوئی۔ بیوہ کا سر منڈا دیتے وہ ضرورت کے وقت روکھی سوکھی کھا سکتی تھی۔ اور ہر وقت میلے کچیلے کپڑے پہنے رہتی لوگ اس کے سائے کو بھی منحوس سمجھتے

تھے۔ انہی مصائب سے نجات پانے کے لیے عورتیں موت کو زندگی پر ترجیح دیتی تھیں۔ عورت کی مرد کے ساتھ زندہ جل مرنے کی اس فبیج رسم کو قی کی رسم کہتے ہیں۔ حیرت ہے کہ ہندو مذہب ایک طرف تو کسی چیونٹی کو مارنے سے منع کرتا ہے کہ کہیں اس میں اس کے آباؤ اجداد کی روح نہ ہو جب کہ دوسری طرف عورت کو زندہ جلنے پر مجبور کرتا ہے۔

عورت اور چینی تہذیب

جس طرح تمام دنیا میں عورت عزت و احترام سے محروم تھی اسی طرح چین میں بھی علماء و حکماء کا یہ خیال تھا کہ عورت مرد کے مقابلے میں نہایت حقیر و ذلیل ہے۔ اس کی تعظیم کرنا عزت نفس کے خلاف ہے۔ اس کا دل مکرو فریب، عیاری و چالاکی و شقاوت و عداوت اور خود غرضی اور خود ستائی سے بھرا ہوا ہے اور وہ ایسے پھل کی مانند ہے جو دیکھنے میں تو بھلا معلوم ہوتا ہے لیکن ذائقے میں تلخ ہے۔

عاصم ابن شریق نے اپنے سفر نامے میں لکھا ہے کہ ۵۹۲ء میں چین میں یہ دستور تھا کہ نکاح کے بعد دلہن کا باپ ایک ریشمی کوڑا پہلے خود اپنی لڑکی کو مارتا تھا اور پھر وہ تازیانہ اپنے داماد کے حوالے کر دیتا تھا۔ دلہن کا باپ وہاں پر ایک تقریر کرتا اور یہ کہتا تھا میں اپنے رحم و کرم کے جذبے سے متاثر ہوا اس لڑکی کو پرورش کیا ہے اور اس کی شادی کا فرض ادا کرتا ہوں۔ لیکن میں دنیاۓ معاشرت کے لیے نئے مسافر سے یہ کہتا ہوں کہ عورت کو ایک پیکر فساد و مجسمہ فریب ہے۔ اس کی عیاریوں اور چلاکیوں سے باخبر ہنا ضروری ہے اس کی محبت آمیز باتیں اور جذبات آفریں ادائیں قابل اعتبار نہ ہیں۔ وہ اپنے آپ کو ہمیشہ معصوم اور بے گناہ، بے زبان اور پیکر معصومیت ظاہر کرتی ہیں۔ لیکن حقیقت میں وہ ہستی جس کو عورت کہتے ہیں مکرو فریب کی حامی اور فتنہ و فساد کی محرک ہے۔ یہ ممکن ہے کہ وہ سالہا سال تک صراط مستقیم پر قائم رہے لیکن یہ ناممکن ہے کہ وہ اپنی فطرت سے جنگ کرے کیا عجب ہے کہ وہ کسی نہ کسی وقت اپنی فطرتی عیاریوں سے کام لے کر انسان کو تباہ کرنے میں کوئی کمی نہ کرے۔

سفر نامہ ابن شریق مطبوعہ بیروت

چین میں شہنشاہ کی موت پر اس کی کنیزیں بھی اس کے ساتھ مقبرے میں دفن کر دی جاتی تھیں تاکہ اگلے جہاں میں بھی وہ ان کے حسن و جمال سے فائدہ اٹھا سکے۔

عورت اور غیر الہامی مذاہب

ہندومت اور عورت

جھوٹ بولنا، بغیر سوچے کام کرنا، فریب، حماقت، طمع، ناپاکی، بے رحمی یہ عورت کے کرداری عیوب ہیں۔ عورتوں کے ساتھ محبت نہیں ہو سکتی، عورتوں کے دل حقیقت میں بھڑوں کے بھٹ ہیں۔

رگ وید منڈل: (۱۰) سوکت: (۹۵) منتر: (۱۵)

اندر نے خود کہا ہے کہ عورت کا دل استقلال سے خالی ہے اور وہ عقل کی رو سے ایک نہایت ہلکی چیز

رگ وید منڈل: (۸) سوکت: (۳۳) منتر: (۱۷) ہے۔

عورت اور شودر کنزوہن (جائیداد) سے محروم قرار دیا گیا ہے۔

یجزو وید ادھیا، منتر: (۵) منو / ادھیا: (۸) شلوک: (۴۱۶) ادھیا: (۹) شلوک: (۱۹۹)

لڑکی باپ کی جائیداد کی وارث نہیں ہے۔ اتھروید کانڈ: (۱) سوکت: (۱۷) منتر: (۱)

کسی عورت کو خاوند سے حکومت نہیں مل سکتی اگر کسی بیوہ کو اپنے خاوند کی طرف سے جائیداد ملتی ہے تو

اسے جائیداد فروخت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اتھروید کانڈ: (۱) سوکت: (۱۷) منتر: (۱)

خلع کی ممانعت ہے، خاوند خواہ کیسا ہی بے رحم اور ظالم ہو، دائم المریض ہو مگر عورت کو اس سے علیحدہ

ہونے کی اجازت نہیں۔ دوسرا نکاح کرنے کی ممانعت ہے کیوں کہ جائیداد بلاوجہ دوسرے کے قبضہ

میں نہیں جاسکتی۔ منو: (۵/۱۵۱)

غرض عورت کا وجود صرف اس لیے ہے کہ وہ بچے جنے ان کی پرورش کرے اور خانہ داری کے کام میں

مصروف رہے۔ عورت بچپن میں باپ کی تابع رہے۔

جوانی میں شوہر یا بیٹوں کی تابع رہے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتی تو وہ خاندان پر دھبہ ڈالے گی۔

منو شاستر باب نمبر: (۵) ص ۱۴۷

جین مت اور عورت

جین مت میں عورتوں کا مقام ان کی شاستروں سے معلوم ہوتا ہے مہا پریمی سوامی عورت کو تمام برائیوں کی

جڑ گردانتے تھے، ان کا کہنا تھا کہ مردوں کے گناہوں کا سبب عورت ہی ہے۔ عورت سب سے بڑی آزمائش ہے جو انسان کی راہ میں حائل ہوتی ہے۔ مرد کو چاہیے کہ عورت سے کسی قسم کا سروکار نہ رکھے، اس کی طرف دیکھے، نہ بات کرے اور نہ ہی اس کا کوئی کام کرے۔ ڈاکٹر مسز سیٹھون کے بقول جب تک وہ اپنے نیک اعمال کی وجہ سے دوسرے جنم میں مرد بن کر نہ آئے۔

ایم ایس ناز، اسلام میں عورت کی قیادت: (ص ۴۴)

بدھ مت اور عورت

”بدھ مت“ کے تاریخی مطالعہ سے عورت کو کوئی مقام حاصل ہونے کا ثبوت نہیں ملتا، اس کے برعکس عورت سے نفرت اور اس کی تذلیل و تحقیر کے ثبوت ملتے ہیں۔

انسائیکلو پیڈیا آف ریلی جن اینڈ ایتھکس میں ایک بدھ مفکر چھلاواگا کا قول لکھا ہوا ہے ”پانی کے اندر مچھلی کی ناقابل فہم عادتوں کی طرح عورت کی فطرت بھی ہے اس کے پاس چوروں کی طرح متعدد حربے ہیں اور سچ کا اس کے پاس گزر نہیں۔ انسائیکلو پیڈیا آف ریلی جن اینڈ ایتھکس: (جلد نمبر: ۵)

گوتم بدھ نے اپنے پیروکاروں کو حکم دیا کہ ”اگر تم نجات حاصل کرنا چاہتے ہو تو تمہیں اپنی عورتوں سے تعلقات منقطع کر لینے چاہئیں۔ چنانچہ موصوف خود بھی اس نظریے پر عمل پیرا ہوئے بدھ نے اپنی چہیتی بیٹی کو چھوڑ کر پہاڑوں میں سکونت اختیار کر لی تھی۔

مہاتما گوتم بدھ کی تعلیمات کو پڑھ کر ایک عرصہ دراز تک ان کے ماننے والے شادی کی مخالفت اور رہبانیت کی تبلیغ کرتے رہے، لیکن یہ طرز عمل فطرت انسانی کے خلاف تھا۔ اس لیے کامیابی سے محروم رہا۔ جب کہ آج بدھ مت کے ماننے والے خود ان تعلیمات کے مخالف ہیں۔

بحوالہ مسلمان میاں بیوی کی حقوق و فرائض: (ص ۲۹)

عورت اور الہامی مذاہب

یہودیت اور عورت

یہودیوں کا خیال تھا کہ حواء علیہا السلام شیطان کا آلہ کار اور ازل کی گنہگار تھیں جن کی وجہ سے آدم علیہ السلام کو جنت

چھوڑ کر زمین پر آنا پڑا۔ ٹیبلین نے ایک موقع پر عورتوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا:

”کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم سب حواء کی بیٹیاں ہو اس لیے خدا کا حکم تم پر آج بھی قائم ہے اور تمہارا جرم آج بھی باقی رہے گا تم ہی شیطان کا دروازہ اور شجر ممنوعہ کو استعمال کرنے والی، خدا کی پہلی مخالفت کرنے والی تم ہی جنہوں نے خدائی، مرقع کو اس آسانی کے ساتھ لپیٹ دیا۔

یہودیوں کی مستند ”جیوش انسائیکلو پیڈیا“ میں ہے کہ معصیت اول چونکہ بیوی ہی کی تحریک پر سرزد ہوئی لہذا اس کو شوہر کا محکوم رکھا گیا اور شوہر اس کا حاکم اس کا مالک ہوتا ہے اور وہ اس کی مملوکہ۔

شمس تبریز خان، مسلم پرنسپل لاء اور اسلام کا عائلی نظام: (ص ۱۹۰)

عیسائیت اور عورت

عیسائیت نے بھی عورت کو گناہ گار اور بدی کی جڑ قرار دیا کیوں کہ بائبل میں مرقوم ہے کہ حوا کو شیطان نے بھڑکایا اور اس نے آدم کو۔

پیدائش باب سوم

عیسائیت کے ابتدائی دور میں ممتاز شخصیت تریو لیون عورت کے متعلق یہ نظریہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ شیطان کا دروازہ شجر ممنوعہ کی طرف لے جانے والی خدا کے قانون کو توڑنے والی خدا کے خلاف ورغلانے والی مرد کو غارت کرنے والی ہے۔

دکتور مصطفی السباعی، المرأة بین الفقه والقانون

۵۷۱ عیسوی میں رومۃ الکبریٰ جیسے ترقی یافتہ مرکز روحانیت میں عورتوں کی حالت لونڈیوں سے بدتر تھی ان پر جانوروں کی طرح حکومت کی جاتی تھی اور یقین کیا جاتا تھا کہ اس طبقے کو آرام پہنچانا بنی نوع انسان پر ظلم کرنا ہے۔ جب عورت سے کوئی قصور سرزد ہو جاتا ہے تو اس کی ہولناک سزائیں دی جاتی تھیں۔ شارع عام پر اس کو ذلیل کیا جاتا تھا کیوں کہ تمام مذہبی پیشوا اس بات پر متفق تھے کہ عورت فتنہ و فساد کی جڑ ہے۔

یہ مسیحیت کے ابتدائی دور کے واقعات ہیں بعد کے ادوار میں مسیحیت نے مرد اور عورت کے جائز تعلقات کو ناپسندیدہ فعل قرار دیا اور عورت سے دور رہنے اور تجرد کی زندگی گزارنے کی طرف راغب کیا۔ ممتاز عیسائی پادری عورت سے دور رہے اور ماں تک سے راہ فرار اختیار کی کیوں کہ وہ بھی عورتیں تھیں۔

اگر ہم پادریوں کے ارشادات عورتوں کے متعلق اکٹھے کرتے ہیں تو ہمیں مندرجہ ذیل ارشادات ملتے ہیں:

- ☆ سینٹ برنارڈ کا قول ہے: عورت شیطان کا ہتھیار ہے۔
- ☆ سینٹ گرگوری کا قول ہے: عورت سانپ کا زہر رکھتی ہے اور اژدھے کا کینہ۔
- ☆ سینٹ خیردم کا قول ہے: عورت شیطان کا دروازہ، ظلم کی شرکت اور بچھو کا ڈنگ ہے۔

عورت اور اسلام

تاریخ، مذاہب عالم اور تہذیبوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت ہمیشہ مظلوم رہی ہے اس پر تاریخ میں تاریک ترین اور بہیمانہ ادوار بھی آئے ہیں لیکن دین اسلام کا عورت پر بہت زیادہ احسان ہے کہ جس میں مبالغہ آمیزی بالکل نہیں ہے۔

وہ عورت جس کو جسم گناہ، ہزار مکاریوں کا محل، زہریلی ناگن، جہنم کا دروازہ، بدی کا منبع تصور کیا جاتا تھا اور عورت مظلوم و مقہور، محکوم و مجبور اور مردوں کے طرح طرح کے مظالم کا شکار بنی ہوئی تھی اس پر ظلم کے بادل اسلام کی آمد کے ساتھ ہی چھٹ گئے۔ اسلام کے عظیم ترین خطبہ ”حجۃ الوداع“ میں محسن انسانیت محمد عربی ﷺ نے فرمایا:

”اے لوگو! تمہاری بیویوں کا تمہارے ذمہ حق ہے اور تمہارا ان پر حق ہے..... بلاشبہ عورتیں تمہارے پاس مقید ہیں کہ وہ اپنی ذات کے لیے کسی چیز پر قادر نہیں، بلاشبہ تم نے انہیں اللہ کی امان کے طور پر حاصل کیا ہے۔ اور ان کو اپنے اوپر اللہ کے کلمات کے ساتھ حلال کیا ہے لہذا عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو اور ان کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت قبول کرو۔“

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اس نے تم سب کو نفس واحدہ سے پیدا کیا اور اسی نفسی واحدہ سے اس کا جوڑا پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کے لحاظ سے مرد و عورت کے اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں رکھا۔ دونوں کو کرم بنایا ہے اور دونوں ذاتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام نعمتوں کو جمع کر دیا ہے۔ اسلام میں عورت چاہے جس کسی مقام پر بھی ہو ہر مقام پر قابل احترام ہے اس لیے اسلام نے عورتوں کو اپنی

قدرتی ساخت اپنے جسمانی وظائف کے لحاظ سے جن سے وہ متاثر ہوتی ہیں مردوں کے مقابلے میں بہت ساری خصوصی رعایتیں دی ہیں۔ جدید تحقیق یہ بات ثابت کرتی ہے کہ عورتوں کے عضلات مردوں کے مقابلے میں کمزور اور ضعیف ہیں۔ اگر مجموعی طور پر دیکھا جائے تو عورت کے جسم کے عضلات مرد کے عضلات سے اس درجہ مختلف ہیں اور قوت کے لحاظ سے اس قدر ضعیف ہیں کہ اگر ان کی طبعی قوت کے تین حصے کیے جائیں تو دو حصے قوت کے مرد کے حصے میں آئیں گے اور صرف ایک حصہ قوت عورت میں ثابت ہوگی۔

جب محمد ﷺ کسی علاقے کی طرف جہاد کے لیے قافلہ روانہ کرتے تو انہیں ہدایت کر دیتے تھے کہ ”عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کرنا“۔

صحیح بخاری، الجہاد، باب قتل النساء فی الحرب: (۳۰۱۵)، و مسلم: (۱۷۴۴)

اسی طرح اسلام نے عورت کو معاشرے میں ہر وہ مقام اور رتبہ دیا جس سے معاشرے کی اعلیٰ ترین تہذیبیں اور مذاہب یہ سارے کام کرنے سے عاجز رہے کسی نے عورت کے بارے میں افراط سے کام لیا کسی نے تفريط سے کام لیا لیکن اسلام نے عورت کو جو حقوق و رعایتیں دیں ان میں ہم یہ تین ضرور دیکھ سکتے ہیں:

- 1 ایک یہ کہ مرد کو جو حکمانہ اختیارات محض خاندان کے نظم کی خاطر دیئے گئے ہیں ان کا ناجائز فائدہ اٹھا کر وہ ظلم نہ کر سکے اور ایسا نہ ہو کہ تابع و متبوع کا تعلق لوٹڈی اور آقا کا تعلق بن جائے۔
- 2 دوسرے یہ کہ عورت کو ایسے مواقع بہم پہنچائے جائیں جن سے فائدہ اٹھا کر وہ نظام معاشرت کی حدود میں اپنی فطری صلاحیتوں کو زیادہ سے زیادہ ترقی دے سکے اور تعمیر تمدن میں اپنے حصے کا کام بہتر انجام دے سکے۔
- 3 تیسرے یہ کہ عورت کے لیے ترقی اور کامیابی کے بلند سے بلند درجوں تک پہنچنا ممکن ہو مگر ان کی ترقی و کامیابی جو کچھ بھی ہو عورت کی حیثیت سے ہو۔ مرد بنانا تو اس کے حق ہے نہ مردانہ زندگی کے لیے اس کو تیار کرنا اس کے اور تمدن کے لیے مفید ہے اور نہ ہی وہ اس مردانہ زندگی میں کامیاب ہو سکتی ہے۔

مختصر یہ کہ تینوں امور کی رعایت دے کر اسلام نے عورت کو وسیع تمدنی و معاشی حقوق دیئے اور عزت و شرف کے بلند مراتب عطا کیے اور ان کے حقوق و مراتب کی حفاظت کے لیے اخلاقی و قانونی ہدایات جیسی پائے دار ضمانتیں مہیا کیں جن کی مثال دنیا کے قدیم اور جدید کسی معاشرے میں کہیں نہیں ملتی۔

غیر مسلم مفکرین کا اعتراف

معروف فرانسیسی محقق ڈاکٹر گستاوی بان نے لکھا ”اسلام نے مسلمان عورتوں کی تمدنی حالت پر نہایت مفید اور گہرا اثر ڈالا انہیں ذلت کی بجائے عزت و رفعت سے نوازا اور کم و بیش ہر میدان میں ترقی سے ہم کنار کیا۔ چنانچہ قرآن کا قانون وراثت و حقوق نسواں یورپ کے قانون وراثت و حقوق نسواں کے مقابلے میں بہت زیادہ مفید اور زیادہ وسیع اور فطرت نسواں کے زیادہ قریب ہے۔ یورپ کا مشہور مفکر ومؤرخ آرتھر گیمین لکھتا ہے:

”میں کافی تحقیقات کے بعد لکھتا ہوں کہ حضرت مسیح علیہ السلام سے چھ سو سال بعد تک عورت کو نہایت حقیر و ذلیل تصور کیا گیا تھا۔ اس کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ نہ کچھ حقوق تھے اسلام نے عورتوں کے حقوق بیان کیے اور انہیں عزت و عظمت کے عرش تک پہنچا دیا اور عورت کے حقوق کا احترام کیا۔ دنیا کے کسی مذہب نے اتنا نہیں کیا بلاشبہ محمد ﷺ نے عورت کی ذہنی ہوئی ناؤ کو بچایا۔ ان سے پہلے دنیا کی عورت ذلت کی حد سے گزر چکی تھی۔ عرب میں لڑکیاں زندہ دفن کر دی جاتیں۔ یونان میں بعض لوگ اپنی بیویاں قرضے میں دے دیتے تھے۔ انگلستان میں عورت پر فرض تھا کہ وہ اپنے شوہر اور سرپرست پادری کی غلامی کرے۔“

ترجمہ ہسٹری آف دی اسلام: (ص ۱۶۱)

مختصر یہ کہ کبھی عورت کو انسان کے درجے سے گرا کر اسے محض گناہ اور ذلت کا مجسمہ سمجھا گیا۔ وہ عورت جو ماں بن کر انسانیت کے وجود کا سبب بنتی ہے وہ لوٹڈی بن کر رہ گئی۔ لیکن جب اسے درجات میں بڑھا کر مرد کے مساوی کھڑا کرنے کا اہتمام کیا گیا تو پھر اس کو تمام رشتوں کے بندھنوں سے آزاد کر کے محض خواہشات کے حصول کا ذریعہ اور وقت گزاری کا کھلونا بنا دیا گیا۔

میں عورتوں سے یہ برابری کے نام پر سوال کرتا ہوں کہ فرض کریں آج کل جس طرح عورتوں کا احترام

بسوں میں سفر کے دوران کیا جاتا ہے کہ بیٹھا ہوا مرد اپنی جگہ پر عورت کو بیٹھنے کی دعوت دے دیتا ہے جب کہ خود کھڑا ہو جاتا ہے۔ لیکن جب عورت مرد کے برابر کے حقوق کی علم بردار ہوگی تو کیا مرد اس کے احترام کو کھڑا ہوگا؟ یقیناً نہیں کیوں کہ اب حقوق برابر ہیں۔ اور اب عورت مردوں کے درمیان اپنے آپ کو کھڑا ہوا کیسے محسوس کرے گی۔ ایک عزت دار مخلوق یا.....؟ افراط و تفریط کیا ہے؟ انسان اپنی ناقص عقل و دانش کی روشنی میں کبھی ایک طرف گرتا ہے اور کبھی دوسری طرف ہم اپنے معاشرے کی گراوٹ اور لیسٹی کی قلعہ بازیوں کے لیے اخلاقی زبان میں افراط و تفریط کی اصلاح استعمال کرتے ہیں۔ اور یوں ہم اس کے نقصانات کی گہرائی اور گیرانی ناپنے میں ناکام رہتے ہیں۔

غیر فطری معاشرہ اور شیطانی تثلیث

موجودہ دور میں یہ بات بالکل عیاں ہے کہ اگر عورت کو اس مقام سے گرا دیا گیا تو عورت پر ظلم ہوا اور اس کو مقام سے بڑھایا گیا تو تمدن انسانی کی بربادی وجود میں آئی اور آج پھر عورتوں کی مکمل آزادی کے باعث مغرب جن معاشرتی اخلاقی اور تمدنی خرابیوں کا شکار ہے بقول امریکی مصنف ”کہ ہماری آبادی کا اکثر و بیشتر حصہ آج کل جن حالات میں زندگی بسر کر رہا ہے وہ انتہائی غیر فطری ہے“ وہ اپنے معاشرے میں بداخلاقی کی تین وجوہات بیان کرتا ہے:

1- فحش لڑچکر 2- متحرک تصویریں

3- خواتین کی کم لباسی اور مردوں کے ساتھ بغیر کسی بندش کے اختلاط

آج شیطان اپنی اسی تثلیث کے ذریعے مسلم معاشرے پر حملہ آور ہے۔ میرا رب پاکستان کو اس سے محفوظ رکھے۔

اسلام نے نہایت توازن کے ساتھ حقوق متعین کیے اور عورت کو عزت و شرف کا بلند مرتبہ دیا اور حقوق کی ادائیگی کی پائیدار ضمانت دی۔ جس کی مثال کسی تہذیب میں موجود نہیں ہے۔ اور ایسے دائرہ کار دیئے ہیں جو فطرت کی تخلیق کے برابر یکساں مواقع بہم پہنچائے گئے ہیں۔

حسد سے پرہیز

تحریر.....: اختِ قاری لقمان محمدی

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بَطَانَةً مِّن دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ﴾ (آل عمران: ۱۱۸)

”اے ایمان والو! تم اپنا دلی دوست ایمان والوں کے سوا کسی کو نہ بناؤ تم نہیں دیکھتے کہ دوسرے لوگ تمہاری تباہی میں کس نہیں اٹھار کھتے وہ تو یہی چاہتے ہیں کہ تم دکھ میں پڑو ان کی عداوت تو خود ان کی زبان سے ظاہر ہو چکی ہے اور جو ان کے سینوں میں ہے وہ بہت زیادہ ہے ہم نے تمہارے لیے آیتیں بیان کی ہیں اگر تم عقلمند ہو تو غور کرو۔“

حسد دراصل کافروں کا شیوہ ہے قرآن کریم میں یہود و نصاریٰ، کفار و مشرکین کے ناپاک خصائل حسد کا تذکرہ ملتا ہے۔ ارشاد ہے:

﴿وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّوكُم مِّنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ (البقرة: ۱۰۹)

”اہل کتاب میں سے اکثر حضرات حق کے ظاہر ہو جانے کے باوجود محض بغض و حسد کی بناء پر تمہیں ایمان سے دور کرنا چاہتے ہیں۔ معاف کرو اور درگزر کرو حتیٰ کہ اللہ کا کوئی حکم آجائے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔“

سورہ نساء میں اللہ فرماتے ہیں:

﴿أَمَّا يَحْسَدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾ (النساء: ۵۴)

”یہ یہود و نصاریٰ مسلمانوں سے اس لیے حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے مسلمانوں کو اپنے فضل

سے (ایمان) عطا کیا ہے۔“

نبی کریم ﷺ کی تعلیمات میں حسد و کینہ سے دل کو صاف رکھنے کا حکم ہے اور ان عیوب سے پاک و صاف ہو کر زندگی گزارنے کا اسلوب بتایا گیا ہے صحیح مسلم میں روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَقَاطَعُوا وَلَا تَذَابِرُوا وَلَا تَبَاغُضُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ))

”آپس میں مقاطعہ نہ کرو اور نہ (ملاقات کے وقت) ایک دوسرے سے منہ موڑو اور نہ کینہ و بغض رکھو اور نہ حسد کرو اور اللہ کے بندے بن کر آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ اور کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ کلام کرنا چھوڑے۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ بلا وجہ اپنے مسلمان بھائی کی طرف سے دل میں بغض و عناد جما لیتے ہیں تو ایسے لوگوں کی بخشش نہ ہوگی حتیٰ کہ وہ یہ کینی حرکت کو چھوڑ دیں۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں:

ہر سوموار اور جمعرات کو انسان کے اعمال خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں اللہ رب العزت اس دن سوائے مشرکین کے اور اس آدمی کے جس کے اور اس کے بھائی کے درمیان کینہ ہو ہر ایک کی مغفرت فرمادیتا ہے

((الْأَعْبَادُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيهِ شَحْنَاءٌ فَيَقَالُ أَتْرَكُوا هَذَيْنِ حَتَّى يَفِيَهُمَا)) صحیح مسلم

”لیکن جن دو شخصوں کے درمیان کینہ و کپت ہوتا ہے ان کی مغفرت نہیں فرماتا اللہ فرماتا ہے ان کو چھوڑ دو حتیٰ کہ ان کے درمیان میل ملاپ پیدا نہ ہو جائے۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار ہم رسول اکرم ﷺ کی صحبت میں موجود تھے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابھی ایک جنتی تمہارے پاس آنے والا ہے پھر دیکھا گیا تو وہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔ دوسرے دن پھر آپ ﷺ نے ایسا ہی فرمایا پھر اس کلمے کے بعد سعد رضی اللہ عنہ تشریف لائے، تیسرے دن بھی آپ ﷺ کے ان کلمات کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ حاضرین مجلس میں ایک صاحب حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ تھے ان کو خیال پیدا ہوا کہ ان کا تجربہ کرنا چاہیے کہ ان

کے اعمال کیا ہیں؟ جس سے وہ اس خاص اعزاز کے مستحق ہیں چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں باپ کی ناراضگی کا حیلہ بیان کر کے تین دن تک ٹھہرنے کی اجازت کے خواہاں ہوئے انہوں نے اجازت دے دی۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے تجربہ ہوا کہ وہ نہ تو رات میں تہجد کے عادی تھے اور نہ کوئی خاص بات و کیفیت تھی صرف بستر پر کروٹ بدلتے اور جب جاگتے تو تکبیر و تسبیح کر لیا کرتے تھے میں نے ان کے اصل عمل کو حقیر سمجھ کر ان سے اصل مقصد بیان کیا کہ نہ تو میرا باپ مجھ سے ناراض ہے اور نہ میں ان سے کچھ غنا ہوں بلکہ میں نے حضور ﷺ سے تین مجلسوں میں سنا تھا کہ ابھی ایک جنتی آدمی آنے والا ہے تو ان تینوں مجلسوں میں آپ ہی برابر تشریف لائے چنانچہ مجھے خیال ہوا کہ چل کر آپ کے اعمال دیکھوں اور ان کی اقتداء کروں پھر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

((فَلَمْ أَزَاكَ تَعْمَلْ عَمَلًا كَثِيرًا))

”لیکن میں نے آپ کو عمل کثیر نہیں پایا“

تو آخر اس مرتبہ کے آپ کس طرح مستحق ہوئے؟ فرمایا ہاں میرے اعمال تو کچھ خاص نہیں ہیں جیسا کہ تو نے دیکھ لیا لیکن اسی کے ساتھ دو یا تین عمل اور بھی ہیں

((لَا أَحَدٌ فِي نَفْسِي سُوءٌ لِأَحَدٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ غَشًّا وَلَا أَحْسِدُ أَحَدًا عَلَى خَيْرٍ أَعْطَاهُ اللَّهُ إِيَّاهُ))

”میں کسی مسلمان سے کینہ نہیں رکھتا اور نہ کسی کی بھلائی پر جو اس کو اللہ نے عطاء کی ہے

حسد کرتا ہوں (میرا دل حسد سے پاک ہے)“ (مسند احمد ۱۷/۵)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بس اسی صفاء قلب نے تم کو اس بلند مرتبہ پر فائز کیا ہے۔

معلوم ہوا کہ حسد سے بچنے والا بڑا عظیم اور حسد کرنے والا مذموم ہے اور یہ انتہائی قبیح صفت ہے خدا تمام مسلمانوں کو اس مذموم عادت سے بچائے۔ آمین!



تبصرہ کتب

(نوٹ: تبصرے کے لیے تین کتب کا آنا ضروری ہے)

تبصرہ..... نائب مدیر کے قلم سے

نام کتاب..... جواہر ہدایت

مؤلف..... فضیلۃ الشیخ حافظ فاروق الرحمن یزدانی رحمۃ اللہ علیہ

صفحات.....

قیمت جو کتاب پر تحریر ہے.....

ناشر.....

”جواہر ہدایت“ فضیلۃ الشیخ حافظ فاروق الرحمن یزدانی رحمۃ اللہ علیہ کے مجلہ ترجمان الحدیث میں لکھے ہوئے ان مضامین کا مجموعہ ہے جو انہوں نے مختلف مواقع کی مناسبت سے تحریر فرمائے تھے۔ اصلاح احوال امت کی انبیاء کے بعد علماء کی ذمہ داری ہے۔ پھر ان حالات میں یہ ذمہ داری اور بڑھ جاتی ہے جب بدعات و خرافات کو جعلی اور بے سرو پا دلائل سے مزین کر کے عین شریعت ثابت کرنے کی اور باطل کو حق ثابت کرنے کی مذموم کوششیں کی جا رہی ہوں۔ امت کو دین خالص، دین حنیف سے دور کیا جا رہا ہو کہ وہ علماء اپنی تقاریر اور تحریروں سے امت کی رہنمائی کریں۔ ”جواہر ہدایت“ کتاب میں بکھرے ہوئے مضامین بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہیں۔ موصوف نے ان مضامین میں معاشرے میں موجود خرافات و بدعات جن میں امت کھو چکی ہے اور عین اسلام سمجھ کر ان کا اہتمام کرتی ہے ان کی حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے تاکہ امت ان کا اصلی چہرہ دیکھ سکے۔ وہ تقلید شخصی ہو یا جشن عید میلاد یا وہ موسمی تہوار ہوں یا پھر وہ باطل عقائد و نظریات ہوں جن کو امت اپنا کر صراط مستقیم سے ہٹ کر ضلال مبین کی اس پر پیچہ پر چل پڑی ہے جس کی آخری منزل نہایت ہی بھیانک ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ مصنف کی مساعی جمیلہ کو امت کے لیے ذریعہ ہدایت بنائے۔ موصوف اور ان تمام احباب کے لیے جنہوں نے کسی بھی طرح سے اس میں تعاون کیا ہے ان کے لیے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین!

مولانا معین الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ

تحریر..... محمد یحییٰ طاہر (مسؤل مکتب جامعہ ہذا)

کہا جاتا ہے پاکستان میں چار خاندان لکھوی، سلفی، روپڑی اور غزنوی ایسے خاندان ہیں جن کی اشاعت اسلام کے لیے خدمات مثالی حیثیت رکھتیں ہیں، مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے سرپرست سابق ایم این اے ستارہ امتیاز مولانا معین الدین لکھوی بھی انہیں خاندانوں میں سے ایک سے تعلق رکھتے تھے، مولانا 1921ء میں فیروز پور کے علاقے لکھو کے میں پیدا ہوئے اور 1942ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ جبکہ دینی تعلیم مرکز الاسلام میں حاصل کی انکے اساتذہ میں مولانا عطاء اللہ لکھوی، مولانا عطاء اللہ حنیف، مولانا اسماعیل سلفی، حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ نمایاں ہیں۔ وہ 92 برس کی عمر میں اوکاڑہ میں وفات پا گئے، نماز جنازہ میں ہزاروں افراد نے شرکت کی، انہیں آبائی گاؤں آلہ آباد (تار سنگھ) میں وصیت کے مطابق والدہ محترمہ کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا۔ انکی نماز جنازہ انکے بھتیجے اور داماد پروفیسر ڈاکٹر محمد حماد لکھوی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔

مولانا معین الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کا مسجد مکرم سے تعلق

جامعہ اسلامیہ سلفیہ (مسجد مکرم) کی سنگ بنیاد کے لیے اسلام آباد سے ریاض الخطیب سفیر سعودی عرب نے 26 دسمبر 1975ء بمطابق 22 ذوالحجہ 1395ھ کو افتتاحی تقریب میں شرکت کی، جمعہ کا دن تھا افتتاحی خطبہ جمعۃ المبارکہ مولانا معین الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھایا بعد از جامعہ ہذا کے بالمقابل جامعہ ہائی سکول میں شاندار تقریب ہوئی جس میں ریاض الخطیب نے علماء اہلحدیث گوجرانوالہ کو خراج تحسین پیش کیا۔ مولانا لکھوی کا حکیم محمود سلفی رحمۃ اللہ علیہ سے خاص دوستانہ تعلق تھا، وہ حکیم صاحب کے پاس ہر سال مسجد مکرم میں تقسیم اسناد و انعامات کے موقع پر تشریف لایا کرتے تھے۔ اللہ ان کے درجات کو علین میں بلند فرمائے۔

وفیات

☆.... حکیم مولانا قاری محمد اسماعیل اسد حافظ آبادی مورخہ ۱۱ دسمبر ۲۰۱۱ء بروز اتوار بقضائے الہی وفات پا گئے۔ انہوں نے مختلف علاقوں کی مساجد میں خطابت کے جوہر دکھائے۔ انکی نمازہ جنازہ میں پاکستان بھر کی جامعات کے اساتذہ نے شرکت کی۔ نماز جنازہ حافظ عبدالمنان نور پوری رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔

☆.... پچھلے ماہ خطیب پاکستان مولانا محمد حسین شیخو پوری رحمۃ اللہ علیہ کی بہو اور محترم عزیز الرحمن کی اہلیہ محترمہ طویل علالت کے بعد وفات پا گئیں۔ مرحومہ بہترین عالمہ مبلغہ تھیں۔ انکی نماز جنازہ حافظ مسعود عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جامع مسجد اقصیٰ اہلحدیث شیخوپورہ میں پڑھائی۔

☆.... معروف خطیب مولانا منظور احمد آف گوجرانوالہ کی بھانجی ٹریفک حادثہ میں زخموں سے جانبر نہ ہوتے ہوئے بقضائے الہی وفات پا گئیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی جنت الفردوس میں جگہ دیں اور ان کے خاوند، رشتہ داروں اور بچوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

☆.... پچھلے ماہ حافظ محمد عبداللہ شیخو پوری رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ بقضائے الہی وفات پا گئیں۔

☆.... ۵ دسمبر ۲۰۱۱ء کو جامعہ سلفیہ اسلام آباد کے شیخ الحدیث جناب مولانا یونس عاصم بھرم ۴۲ سال عین عالم شباب میں بقضائے الہی وفات پا گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

☆.... جنوری کے آغاز میں مولانا محمد عثمان اسماعیل سلفی صاحب (مدرس جامعہ) کی دادی جان انتقال فرما گئیں۔

☆.... چند دن قبل مولانا اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی، مولانا حکیم محمود سلفی رحمۃ اللہ علیہ کی ہمیشہ، حافظ اسعد محمود رحمۃ اللہ علیہ کی پھوپھی جان وفات پا گئیں۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَاَرْحَمْهُمْ وَاَعْفُ عَنْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ الْجَنَّةَ الْفِرْدَوْسَ